دُنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

WORKERNAMA

marxist.pk

ماہانہ ورکرنامہ

ایڈیٹر راشد خالد

مزدور تحریک اور نوجوانوں میں سوشلزم کی آواز

Reg.No.CK/HMS/Press/59/2015

جلد نمبر 2، شمارہ 5، مئی 2016ء — قیمت: 20 روپے

فرانس: مزدور دشمن قوانین کے خلاف تحریک کا آغاز

31 مارچ سے پیرس میں شروع ہونے والی ''نائٹ سٹینڈ اپ'' تحریک انتہائی کامیاب رہی ہے اور تیزی سے دوسرے شہروں میں پھیل رہی ہے۔

شہر کے بڑے مراکز پر عوامی اجتماع اسپین میں انڈیگنیڈوز تحریک، امریکہ میں آکوپائی وال سٹریٹ اور یونان میں ایتھنز کے عوامی اجتماعات کی یاد دلا رہے ہیں۔

(سوزانے مائیکل) یہ تمام تحریکیں عرب انقلاب کے وقت 2011ء میں پھوٹی تھیں جب مصر میں تحریر اسکوائر پر قبضے نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ان تحریکوں کے وقت 2011ء میں فرانس میں ڈیفنس روڈ پر قبضے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن پانچ سال بعد، مزدور قوانین کے (بقیہ 2، صفحہ 8)

کوئٹہ: پولیس احتجاجی ینگ ڈاکٹرز پر لاٹھی چارج کرتے ہوئے۔

کوئٹہ: ینگ ڈاکٹرز کا مطالبات کے حق میں احتجاج، پولیس کا بدترین تشدد

7 اپریل کو کوئٹہ میں پولیس نے احتجاجی ڈاکٹروں پر وحشیانہ تشدد کیا جس میں پندرہ ینگ ڈاکٹر شدید زخمی ہوئے اور 20 کو گرفتار کر لیا گیا

ینگ ڈاکٹرز تنخواہوں میں اضافے، سرکاری ہسپتالوں میں نئی بھرتیوں، مستقل ملازمت اور بہتر رہائشی سہولتوں کے لئے احتجاج کر رہے تھے۔

کوئٹہ (نمائندہ ورکرنامہ) 7 اپریل کو کوئٹہ میں پولیس نے احتجاجی ڈاکٹروں پر وحشیانہ تشدد کیا جس میں پندرہ ینگ ڈاکٹر شدید زخمی ہوئے اور 20 کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس حملے کے نتیجے میں زخمی ہونے والے ڈاکٹرز میں سے کچھ کی حالت انتہائی نازک تھی اور ان کی بینائی بھی خطرے میں تھی۔ ینگ ڈاکٹرز تنخواہوں میں اضافے، سرکاری ہسپتالوں میں نئی بھرتیوں، مستقل ملازمت اور بہتر رہائشی سہولتوں کے لئے احتجاج کر رہے تھے۔ مظاہرے میں شامل ڈاکٹر دھرنا دینے کے لئے بلوچستان اسمبلی کی جانب جا رہے تھے مگر پولیس نے راستے میں روک لیا اور بدترین تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس نے آنسو گیس کی شیلنگ کی اور لاٹھی چارج کیا (بقیہ 1، صفحہ 8)

UCP لاہور میں ایلن ووڈز کا ''فلسفہ و جدید سائنس'' پر لیکچر

لیکچر میں مارکسزم کے بنیادی فلسفے اور اس کے جدید سائنس سے تعلق پر بات ہوئی

لاہور (نمائندہ ورکرنامہ) 17 مارچ کو تین بجے ایلن ووڈز نے طلبا کی ایک وسیع تعداد سے یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب کے آڈیٹوریم میں خطاب کیا۔ ایلن نے نصف گھنٹے کے لیکچر میں مارکسزم کے بنیادی فلسفے اور اس کے جدید سائنس سے تعلق پر روشنی ڈالی۔ اس کے خطاب کے اختتام پر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ایلن کے تعارف کے بعد ہال میں موجود طلبا نے مختلف سوالات کیے جن میں مذہب، ارتقاء، تخلیق اور پاکستان تناظر کے متعلق سوالات موجود تھے۔ ایلن نے ان تمام سوالات کا جامع اور واضح جواب دیا۔ ایلن نے وضاحت کی کہ جدید طبعیات کا بنیادی اصول ہے کہ مادے کو نہ تخلیق کیا جا سکتا ہے اور نہ ختم۔ اس لیے کائنات کی تخلیق کے لیے کسی غیر مرئی قوت کا سوال سائنس سے متصادم ہے۔ اسی طرح کائنات کے باہر سے کوئی انرجی یہاں نہیں دھکیلی جا سکتی۔ (بقیہ 3، صفحہ 8)

لاہور: ایلن ووڈز یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب کے طلبہ کو لیکچر دے رہے ہیں۔

یونائٹڈ ڈیٹرجنٹ فیکٹری: بے مثال جدوجہد کی کہانی

شیخوپورہ (نمائندہ ورکرنامہ) یونائٹڈ ڈیٹرجنٹ فیکٹری (UD) قلعہ ستار شاہ سٹاپ، شیخوپورہ پر واقع ہے جس کا کام یونی لیور پاکستان کیلئے Surf Excel, Vim اور Sunlight بنانا ہے۔ فیکٹری تقریباً بیس سال سے کام کر رہی ہے۔ یومیہ پراڈکشن تقریباً ڈیڑھ سو سے دو سو ٹن ہے۔ یہاں تین ٹھیکیداروں کے ذریعے تین شفٹوں میں مجموعی طور پر پانچ سو فیکٹری ملازمین ہیں جبکہ کچھ پرے ہٹ کر یونٹ دوم میں تقریباً سو ملازمین ہیں۔ 2010ء تک ملازمین فیکٹری کے زیرِ انتظام تھے جبکہ اسی سال اچانک ایک رات میں سب کو ٹھیکیداروں کے حوالے کر دیا گیا۔ یہاں کسی لیبر قانون کا کوئی اطلاق نہیں۔ پچھلے سال ستمبر اکتوبر میں فیکٹری ملازم عامر خان (بقیہ 5، صفحہ 8)

لاہور: کامریڈ راب سیول کا ریلوے انجن شیڈ کا دورہ

ریلوے کے پرانے بوسیدہ انجن جس جگہ مرمت کیے جا رہے تھے کے قریب چھوٹے سے کیبن میں ریلوے لیبر یونین آفس تھا

گرمیوں میں درجہ حرارت 45 ڈگری تک پہنچ جاتا ہے لیکن مزدوروں کے لیے پینے کے پانی کا کوئی مناسب انتظام نہیں

لاہور (راب سیول) آج صبح میں نے 150 سال پیچھے کا سفر کیا۔ بالکل ایسا لگا کہ چارلس ڈکنز کے دور میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے آج لاہور میں ریلوے انجینئرنگ ورکشاپ کا دورہ کیا۔ لوہے کے بڑے بڑے دیو ہیکل دروازوں سے گزر کر، جو برطانوی دور کے بنے ہوئے لگتے تھے، میں ریلوے کی انجن شیڈ میں داخل ہوا۔ ہر جگہ زمین پر ڈیزل بکھرا ہوا تھا جو سورج کی حدت کے باعث جم چکا تھا۔ ریلوے کے پرانے بوسیدہ انجن جس جگہ مرمت کیے جا رہے تھے اسی کے قریب ہی ایک چھوٹے سے کیبن میں ریلوے لیبر یونین کا مرکزی آفس تھا۔ وہاں مجھے مقامی مزدور لیڈروں سے ملنے کا موقع ملا جنہوں نے مجھے خوش آمدید کہا۔ لیبر یونین کے جنرل سیکرٹری سرفراز خان، چیئرمین عنایت گجر اور سلامت خان کے ساتھ مزدوروں کے مسائل پر گفتگو ہوئی۔ سرکاری چھٹی کے باوجود انہوں نے جلدی میں کچھ مزدوروں کو وہاں اکٹھا کیا اور مجھ پر زور دیا کہ میں ان سے خطاب کروں۔ ایک دوسرے شیڈ میں مجھے لیجایا گیا جہاں مزدور کام چھوڑ کر مجھے سننے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ مزدوروں نے کام کے لیے مخصوص وردی نہیں پہن رکھی تھی اور سادہ کپڑوں میں ہی کام کر رہے تھے جو گریس اور ڈیزل سے بھرے ہوئے تھے۔ تقریباً 40 لوگ وہاں موجود تھے جو مجھے دلچسپی سے سن رہے تھے۔ نوجوان اور بوڑھے اس ''جلسہ گاہ'' میں اکٹھے ہو گئے۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے یہاں آ کر خوشی ہوئی ہے اور میں یہاں کے تجربات برطانیہ کے ریلوے کے محنت کشوں تک پہنچاؤں گا۔ میں نے کہا کہ، ''محنت کش ہر جگہ ایک جیسے ہی حالات میں ہیں۔ کم تنخواہ اور استحصال یہاں بھی ہے اور برطانیہ میں بھی اور ہر جگہ پر''۔ اس پر محنت کشوں نے متفق ہو کر تالیاں بجائیں۔ میں نے مزید کہا (بقیہ 4، صفحہ 8)

پورٹ قاسم ورکرز یونین کے زیر قیادت ہزاروں محنت کشوں کا احتجاجی دھرنا

ورکرز نیشنل ہائی وے اور پورٹ قاسم روڈ کے سنگم پر ایک ہفتے سے احتجاج کر رہے ہیں جس میں ہزاروں محنت کش شامل ہیں۔

دیگر مطالبات کے ساتھ محنت کش تنخواہوں میں 30 فیصد اضافے کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں

کراچی (رپورٹ: عطا اللہ) دھرنے کی قیادت حسین شاہ، عبدالواحد، شاہ خالد، گل باچا، شاہد ندیم، فضل معبود، غلام یوسف، بہرمند خان، محمد زیب، نعیم خان اور قاری عطا اللہ کر رہے ہیں۔ انھوں ورکرنامہ کے نمائندے کو بتایا کہ یہ دھرنا محنت کشوں پر ہونے والے ان تمام ظلموں کے خلاف ہے جو حکمرانوں نے ان سے روا رکھا ہوا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک ان کے مطالبات پورے نہیں ہوتے تب تک یہ دھرنا نا صرف جاری رہے گا بلکہ ہم پورٹ قاسم کو مکمل بند کرنے کے ساتھ ساتھ نیشنل ہائی وے بھی بند کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ CBA کے جنرل سیکرٹری حسین شاہ (بقیہ 6، صفحہ 9)

لاہور: سوشلسٹ اپیل کے ایڈیٹر راب سیول ریلوے شیڈ میں یونین قیادت اور محنت کشوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔

بھٹہ مزدوروں کا ڈسٹرکٹ لیبر کورٹ فیصل آباد کے سامنے احتجاجی دھرنا

عدالتی فیصلے کے مطابق 960 روپے فی ہزار اینٹ اجرت دی جائے، مطالبہ

فیصل آباد (صفدر) فیصل آباد کے بھٹہ مزدوروں نے مالکان اور انتظامیہ کے خلاف لیبر کورٹ کے سامنے احتجاجی دھرنا دیا جس میں ان کا مطالبہ تھا کہ ہمیں عدالتی فیصلے کے مطابق 960 روپے فی ہزار اینٹ اجرت دی جائے۔ بھٹہ مالکان ہمیں پوری اجرت نہیں دیتے، ہمارے چولہے ٹھنڈے ہو گئے ہیں اور ہماری نسلیں بھٹہ مالکان کے قرضوں سے جان نہیں چھڑوا سکتیں۔ ہمارے بچے تعلیم اور صحت کی سہولتوں سے محروم رہ جاتے ہیں اور ہمارے بوڑھے بیماری کی حالت میں بغیر دوائی کے مر جاتے ہیں۔ تین دن دھرنا دینے کے بعد انہوں نے وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے دھرنا دینے کے لئے لاہور کا پیدل ہی رخ کرنے کا فیصلہ کیا اور مزدوروں نے دھمکی دی ہے کہ اگر ان کی اجرت 960 روپے فی ہزار اینٹ نہ کی گئی تو وہ اس سے بھی بڑا احتجاج کریں گے اور دھرنا دیں گے۔

سانحہ بلدیہ ٹاؤن کے متاثرین کو انصاف فراہم کیا جائے۔ مزدور رہنماء

محنت کش گڈانی میں پینے کا صاف پانی، علاج معالجے کی بنیادی سہولیات اور ابتدائی طبی امداد سے محروم ہیں

حب (اللہ ورایا) 13 اپریل بروز بدھ نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن بلوچستان کے زیر اہتمام سانحہ بلدیہ ٹاؤن کے متاثرین کو انصاف کی فراہمی میں تاخیر پر گڈانی شپ بریکنگ مزدور یونین کے دفتر کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے سے کامریڈ اللہ ورایا لاسی، صوبائی جنرل سیکرٹری بشیر احمد محمودانی اور یامین برفت نے خطاب کیا۔ مقررین نے اپنے خطاب میں سانحہ بلدیہ ٹاؤن کے لواحقین کو واجبات کی عدم فراہمی پر سخت مذمت کی۔ انھوں نے کہا ہے کہ کام کی جگہوں، فیکٹریوں اور یہاں گڈانی شپ بریکنگ میں آج بھی مختلف حادثات میں مزدور اپنی جان گنوا دیتے ہیں۔ محنت کش (بقیہ 9، صفحہ 10)

دادو میں مزدوروں کے عالمی دن کی تیاریاں جوش و خروش سے جاری

یکم مئی، مزدوروں کا عالمی دن ہے جس کو 1886ء کی یاد میں پوری دنیا کے مزدور جوش و خروش سے مناتے ہیں

ہماری ٹیم دادو کی مختلف ٹریڈ یونینز سے ان کی تیاری اور جدوجہد کے حوالے سے ملنے گئی اور ان کے مسائل پر بات کی

دادو (خالد جمالی) یہ دن پوری دنیا کے مزدور نسلی، مذہبی اور علاقائی تعصّبات مٹا کر مناتے ہیں۔ یہ دن پاکستان میں بھی منایا جاتا ہے۔ اسی طرح دادو میں بھی مزدور یہ دن مناتے ہیں جس کو دادو کی تمام ٹریڈ یونینز ایک ساتھ مناتی ہیں۔ ہماری ٹیم دادو کی مختلف ٹریڈ یونینز سے ان کی تیاری اور جدوجہد کے حوالے سے ملنے گئی۔ دادو میں مختلف ٹریڈ یونینز ہیں جن میں ہائی ویز ورکس اینڈ سرسو ایمپلائز یونین، آل پاکستان واپڈا ہائیڈروالیکٹرک ورکرز یونین، پاکستان پیرامیڈیکل سٹاف ایسوسی ایشن، آل پاکستان لوکل گورنمنٹ ورکرز فیڈریشن، میونسپل ایمپلائز یونین، پرائمری ٹیچرز ایسوسی ایشن (PTA)، ریلوے ورکرز یونین، اپیکا، رکشہ یونین، درزی یونین اور اسی طرح اریگیشن، سوئی گیس اور بیڑی مزدور یونین شامل ہیں۔ ان سب نے مل کر اس دن کو منانا چاہا۔ ہماری ٹیم سب سے پہلے ہائی ویز ورکس اینڈ سروسز یونین کے سروان محمد موریل پنھور سے ملنے گئی۔ انھوں نے بتایا کہ یکم مئی کا دن، ان کی یونین بھرپور طریقے سے مناتی ہے۔ ہائی ویز یونین کے ملازمین مختلف شہروں سے دادو آتے ہیں جن میں جوہی، بھان سید آباد، میہڑ، خیرپور ناتھن شاہ، اور سیہون شریف ہیں۔ محمد موریل نے بتایا کہ دادو کی سب ٹریڈ یونیز یہاں ہائی ویز لیبر ہال میں اکٹھی ہوں گی اور پھر وہ پریس کلب دادو سے ہو کر واپڈا کے لطیف لیبر ہال میں جمع ہو کر جلسہ کریں گے۔ محمد موریل نے اپنے ادارے کے ملازمین کے مسائل کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ سندھ حکومت نے ہمارے منظور کئے ہوئے مطالبات پر کوئی عمل نہیں کیا۔ ہائی ویز ملازمین کو ایمپلائی سن کوٹہ، ڈیتھ کوٹہ، ٹھیکیداری نظام، کم اجرتوں سمیت افسران کا توہین آمیز رویہ سمیت اور بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ یکم مئی کے پروگرام میں ہائی ویز یونین کے عہدیداران اوشاک احمد سولنگی، غلام شبیر چنہ، غلام حیدر تنیو، محمد موسیٰ کٹوہر اور نیاز حسین زنگیجو سمیت تمام ورکرز شرکت کریں گے اور ان مسائل کے حل کے لئے احتجاج کریں گے۔ ہماری ٹیم پاکستان پیرامیڈیکل سٹاف ایسوسی ایشن کے سروان راجہ رفیق پنھور سے بھی ملاقات کی۔ انھوں نے بتایا کہ پیرامیڈیکل سٹاف یونین کے ملازمین دادو، جوہی، میہڑ، کے این شاہ سے اکٹھے ہو کر یکم مئی کا پروگرام کریں گے۔ راجہ رفیق نے بتایا کہ حکومت مراکز صحت کو بیچنا چاہتی ہے جس کے خلاف وہ بھرپور جدوجہد کریں گے۔ راجہ رفیق نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ سول ہسپتال دادو میں ادویات اور ڈاکٹروں کی کمی پوری کی جائے۔ یکم مئی کے پروگرام میں ہو نین عہدیداران راجہ رفیق پنھور، امیر بخش چنہ، امان اللہ پنھور، ایاز علی میمن اور محمد اسحاق سومرو سمیت تمام ورکرز بھرپور شرکت کریں گے۔ آل پاکستان لوکل گورنمنٹ ورکرز فیڈریشن کے جوائنٹ سیکرٹری غلام عباس نے ملاقات میں میونسپل ایمپلائز کے حالات اور مسائل کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ میونسپل ورکرز ایمپلائز کالونی، ٹریژری سے منسلک ہونا، میڈیکل ڈسپنسری، ایمپلائی سن کوٹا، ریوائزڈ سروس سٹرکچر اور مستقل ملازمت کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس بار یکم مئی پروگرام میں یونین عہدیداران عبدالرحیم امیر انصاری، بشیر احمد سولنگی، اور غلام عباس سہاگ سمیت ادارے کے تمام مزدور شرکت کریں گے اور اپنے مسائل کے حل کے لئے آواز بلند کریں گے۔ آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین کے عہدیداران محمد وریل میرائی، الطاف پل، عبدالحمید جمالی، حاجی محمد عرس، دین محمد اوتیرو، لقمان خشک، طفیل پنھور، گلزار چانڈیو اور ضمیر احمد کوریجو ورکرز کی قیادت کرتے ہوئے مئی ڈے کے پروگرام میں بھرپور شرکت کریں گے۔ عہدیداران نے کہا کہ وہ واپڈا کی نجکاری نہیں ہونے دیں گے۔ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے، فیملی کوارٹرز بنائے جائیں، ایمپلائی سن کوٹا دیا جائے اور ٹھیکیداری نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ یکم مئی کے حوالے سے رکشہ یونین کے عہدیدار غلام عباس وگھیو، درزی یونین کے امام بخش وگھیو، بیڑی مزدور یونین کے دوست علی زنور اور پرائمری ٹیچرز ایسوسی ایشن کے عنایت جمالی نے بات کرتے ہوئے کہا کہ لوگ بے شمار سماجی مسائل کا شکار ہیں۔ لوڈشیڈنگ، مہنگائی، بے روزگاری، نجکاری، صحت کی سہولیات کی عدم فراہمی، غیر معیاری تعلیم اور بدامنی جیسے مسائل نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔ یکم مئی مزدوروں کی ایکتا کا دن ہے اور ہم یکم مئی کو پروگرام میں بھرپور شرکت کریں گے اور ان مسائل کے خلاف جدوجہد کو ایک نئے عزم کے ساتھ شروع کریں گے۔

کامونکی: پنجاب ٹیچرز یونین کا نجکاری کیخلاف احتجاجی اجلاس

18 اپریل پنجاب ٹیچرز یونین کا تحصیل کامونکی کے 50 سے زائد پرائمری اسکولوں کو PEF کے حوالے کرنے پر احتجاج

دیگر شعبوں کے محنت کشوں کے ساتھ مل کر نجکاری کیخلاف ملک گیر تحریک شروع کریں گے، مشترکہ اعلامیہ

کامونکی (گل زادہ صافی) 18 اپریل بروز سوموار پنجاب ٹیچرز یونین کے زیر اہتمام تحصیل کامونکی کے 50 سے زائد پرائمری اسکولوں کو پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے حوالے کرنے کیخلاف گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول فار گرلز، حبیب پورہ میں منعقدہ احتجاجی پروگرام سے پنجاب ٹیچر یونین (PTU) گوجرانوالہ کے ضلعی صدر ملک ادریس، تحصیل صدر ملک محمد الیاس، انفارمیشن سیکرٹری گل زادہ خان اور جنرل سیکرٹری مہر محمد سلیم نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ ٹیچرز سرکاری سکولوں کو نجی شعبے کے حوالے نہیں کرنے دیں گے۔ پنجاب حکومت نجکاری کی پالیسی سے غریب عوام سے مفت تعلیم کی سہولت چھین رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ دیگر شعبوں کے محنت کشوں کے ساتھ مل کر نجکاری کیخلاف ملک گیر تحریک شروع کی جائے گی۔

پائینز کیبل میں مزدوروں کے واجبات فوراً ادا کیے جائیں۔ یونائٹڈ ورکرز یونین

ہنگامی جنرل باڈی اجلاس یونین کے صدر رضوان اللہ خان کی صدارت میں منعقد ہوا

حب (یامین لاسی) 30 مارچ کو پائینز کیبل یونائیٹڈ ورکرز یونین کا ایک ہنگامی جنرل باڈی اجلاس یونین کے صدر رضوان اللہ خان کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے رابطہ سیکرٹری اللہ ورایو نے بحیثیتِ مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ جنرل باڈی سے یونین کے جنرل سیکرٹری عبدالعزیز لاسی، سابقہ جنرل سیکرٹری توفیق احمد، سابقہ فنانس سیکرٹری اقبال ذکا، رضوان اللہ خان اور کامریڈ اللہ ورایو نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کمپنی 31 جولائی 2015ء سے 9 ماہ تک 5 فیصد کی مد میں محنت کی رقم روک سکتی ہے مگر 9 ماہ کے بعد 5 فیصد کی رقم روکنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ 5 فیصد کی مد میں جو رقم مزدوروں کا حق بنتی ہے فوری طور پر ادا کی جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو ہم کمپنی کے خلاف سخت قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جس کی تمام تر ذمہ داری کمپنی پر عائد ہوگی۔ جنرل باڈی میں انتظامیہ کے خلاف مزدوروں نے سخت نعرے بازی کی۔ اس موقع پر کامریڈ اللہ ورایو نے کہا کہ مزدور اپنے اتحاد کو برقرار رکھیں۔ کیونکہ اتحاد کے ذریعے بڑے بڑے بت بھی پاش پاش کیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا مزدوروں کو چاہیے کہ وہ اپنا نظم وضبط برقرار رکھیں۔

مرکزی دفتر

آفس نمبر A-39، میزانین فلور، سلمان ٹاور بالمقابل نادرا آفس، ملیر۔ کراچی

فون: 0312-2941733، 0305-4953144

Email:editor@marxist.pk

دیگر شہروں میں نمائندگان

لاہور، راشد خالد، فون: 0333-5714516، ولید خان، فون: 0331-4460576

کوئٹہ: سجاد خان، فون 0333-7844839 حب: کامریڈ اللہ ورایو، فون: 0331-2558338

دادو: خالد جمالی، فون: 0340-3467388 بہاولپور: جلیل الرحمان منگلا، فون: 0300-9685278

ملتان: اسد پتافی، فون: 0334-6117209 لیہ: فاروق بلوچ، فون: 0308-6142629

سرگودھا: ندیم نواز، فون: 0302-6796531 فیصل آباد: اختر منیر، فون: 0324-4514170

گوجرانوالہ: صبغت وائیں، فون: 0333-8103561 راولپنڈی/اسلام آباد: احمر علی، فون: 0323-5325353

مالاکنڈ/دیر: محمد صدیق، فون: 0344-9021462 پلندری: ظہیر ایڈووکیٹ، فون: 0346-5096149

راولاکوٹ: یاسر ارشاد، فون: 0333-5222008، گلباز خان 0333-5734971

انڈونیشیا سے پیغام یکجہتی

دنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

مِلی ٹن انڈونیشیا سے ورکرنامہ کو لال سلام!

آج جب ساری دنیا کے محنت کش اس تاریخی دن سڑکوں پر آ کر جشن منا رہے ہیں، ہم انڈونیشیا کے انقلابی اس موقع پر پاکستان میں اپنے بہن اور بھائیوں کی کاوش سے ورکرنامہ کے چھپنے پر بہت خوش ہیں۔ ہمارا لال سلام قبول فرمائیں اور ورکرنامہ کے ذریعے پاکستان کے کونے کونے میں مارکسزم کی آواز پہنچائیں!

ورکرنامہ زندہ باد!

عالمی مارکسی رجحان زندہ باد!

Militan INDONESIA

ارجنٹائن سے پیغام یکجہتی

ورکرنامہ کے اس خصوصی شمارے کے لیے ہم اظہار یکجہتی کا پیغام بھیجتے ہیں۔ سرمایہ داری کے موجودہ بحران میں جو عالمی سطح پر محنت کش طبقے اور نوجوانوں کو اذیت دے رہا ہے ہماری جدوجہد انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ ہمارا یہ پرچہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو محنت کشوں تک مارکسزم کے حقیقی نظریات پہنچاتا ہے۔ اور یہ کام کوئی دوسرا نہیں کر رہا۔ یہ ہمیں سوشلسٹ انقلاب کے لیے قوتیں تعمیر کرنے میں مدد فراہم کرے گا۔

El Militante

Voz socialista de los trabajadores y la juventud

سوئٹزرلینڈ سے پیغام یکجہتی

عالمی مارکسی رجحان کا سوئس سیکشن، Der Funke/L'etincelle پاکستان کے IMT سیکشن کے کامریڈز اور ورکرز جو آج یومِ مئی پر ظلم و جبر کے خلاف اور سوشلسٹ انقلاب کیلئے جدوجہد کرنے سڑک پر آئے ہیں ان کو انقلابی سلام پیش کرتا ہے۔

انٹرنیشنلزم زندہ باد!

عالمی مارکسی رجحان زندہ باد!

سوشلزم کیلئے!

Der Funke

نائیجیریا سے پیغام یکجہتی

ورکرنامہ کے یوم مئی کے اس شمارے کے لیے اظہار یکجہتی

حالیہ بحران کے باوجود آپ کے جدوجہد کو جاری رکھنے کا آہنی حوصلہ قابل تحسین ہے۔

آپ ہمارے لیے معتبر حوالہ ہیں۔ آپ کی جدوجہد سے ہمیں یہاں آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

آخری فتح تک جدوجہد جاری رکھو!

WORKERS' ALTERNATIVE

For the Unity of the Working Class, a Labour Party & Socialism!

اٹک سیمنٹ ایمپلائز یونین کے نومنتخب صدر و عہدیداران کو مبارکباد

نومنتخب کابینہ مزدوروں کے لئے بہتر مراعات کے حصول کے لئے اپنا کلیدی کردار ادا کرے گی، اللہ ورایا لاسی

حب (ثناءاللہ) NTUF کے صوبائی صدر کامریڈ اللہ ورایا لاسی، پائینز کیبل یونائیٹڈ ورکرز یونین صدر رضوان اللہ، جنرل سیکرٹری عبدالعزیز لاسی، پی اینڈ جی ایمپلائز یونین کے جنرل سیکرٹری یامین برفت، ثناء انڈسٹریز یونین کے جنرل سیکرٹری حاجی حکیم بلوچ، گڈانی شپ بریکنگ کے صدر بشیر احمد محمودانی، ثناء بلوچ، یونائیٹڈ لیبر فورم کے نائب صدر یاسر بزنجو و دیگر عہدیداروں نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں اٹک سیمنٹ ایمپلائز یونین کے نومنتخب صدر عبدالکریم جاموٹ و دیگر عہدیداروں کو لیڈا ایمپلائز کے منتخب صدر حاجی فیض محمد بلوچ، جنرل سیکرٹری محمد اسماعیل مخلص و دیگر عہدیداروں کو حالیہ انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہونے پر انہیں دلی مبارکباد پیش کی ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ وہ آئندہ بھی مزدوروں کے بہتر مفاد میں کام کرتے ہوئے بہتر مراعات کے حصول کے لئے اپنا کلیدی کردار ادا کریں گے اور مزدوروں کی یونٹی و اتحاد کو مزید وسعت دیتے ہوئے متحد و منظّم کریں گے جس سے مزدوروں کے معاشی مسائل حل ہونے کی کوئی امید دکھائی دے گی۔

دُنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

WORKERNAMA
marxist.pk
ماہانہ
ورکرنامہ
ایڈیٹر
راشد خالد
مزدور تحریک اور نوجوانوں میں سوشلزم کی آواز

جلد 2 شمارہ 5، مئی 2016ء

برنی سینڈرز کا ابھار: امریکہ میں نئے سیاسی انقلاب! خصوصی رپورٹ

سوشلزم ایک دفعہ پھر امریکہ کی نوجوان نسل کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے، یہ محض شروعات ہے بڑے واقعات تاریخ کے ایجنڈے پر ہیں

حالیہ واقعات اس بات کا واشگاف اعلان ہیں کہ عہد بدل چکا ہے، حکمرانوں کے ایوان لرز رہے ہیں،

نیویارک (نمائندہ ورکرنامہ) 2016ء میں ہونے والے امریکی انتخابات کی تیاریاں جوبن پر ہیں۔ یہ الیکشن امریکی تاریخ کا سب سے زیادہ متنازعہ اور غیر یقینی ہے۔ حکمران طبقہ محنت کشوں پر پچھلے سات سال میں مسلسل حملے کرنے کے بعد اب لوگوں کے غم و غصے کا سامنا کر رہا ہے۔ ایسے میں ڈیموکریٹ پارٹی کے صدارتی امیدوار کے طور پر سینیٹر برنی سینڈرز ایک انتہائی مضبوط اور عوامی امنگوں کا خواہش بن کر سامنے آیا ہے۔ سرمایہ داری کے بحران سے (بقیہ 11، صفحہ 10)

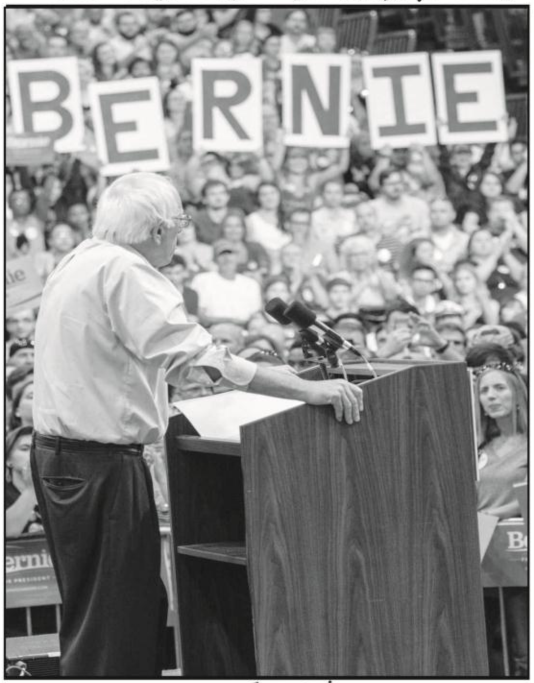

برنی سینڈرز خطاب کرتے ہوئے

پاناما دستاویزات نے سرمایہ داری نظام کو ننگا کر دیا: خصوصی رپورٹ

اسٹیبلشمنٹ کے تقریباً تمام لوگ شامل ہیں: موجودہ اور سابقہ سربراہانِ مملکت، کاروباری رئیس اور نامور شخصیات، شریف خاندان بھی فہرست بھی شامل

سپین، یوکرائن اور آئس لینڈ کے سربراہان مملکت مستعفی، برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون کیخلاف لاکھوں لوگ سراپا احتجاج

میلان، اٹلی (رابرٹو سارتی اور بین گیلینکی) اسٹیبلشمنٹ کے تقریباً تمام لوگ شامل ہیں: موجودہ اور سابقہ سربراہانِ مملکت، کاروباری رئیس اور نامور شخصیات۔ تاریخ کے سب سے بڑے دستاویزی مواد کے انکشاف کے بعد پتہ چل رہا ہے کہ کس طرح عالمی بااختیار طبقے نے موساک فونیسکا نامی پاناما کے قانونی تجارتی ادارے کی دو لاکھ سے زائد فرضی رجسٹرڈ تجارتی اداروں کے ذریعے بیرونِ ملک ٹیکس چھوٹ والے خطوں میں اپنی دولت چھپائی ہوئی ہے اور کس طرح سے ہر قسم کی تفتیش سے اپنی دولت کو دور رکھا ہوا ہے۔ یہ سوئٹزر لینڈ جاتے پیسوں سے بھرے سوٹ کیس اٹھائے اسمگلروں کی طرح کوئی غیر پیشہ ورانہ حکمتِ عملی نہیں۔ جنہوں نے اس کام میں بااختیار طبقے کی دلالی کا کام ادا کیا ان میں دنیا کے دیوہیکل بینک شامل ہیں جن میں HSBC, UBS, Societe Generale اور Credit Suisse شامل ہیں۔

ایک طرف ان حقائق کے فاش ہونے کے بعد صرف چند گندے انڈوں پر نہیں بلکہ پورے نظام پر سوالیہ نشان اٹھ گئے ہیں۔ کم از کم دنیا کے 500 سب سے بڑے تجارتی اداروں میں سے انتیس اس میں شامل ہیں۔ دوسری طرف یہ انکشافات عام لوگوں کیلئے کوئی خاص حیرانی کا باعث نہیں جنہیں کئی سالوں سے اسٹیبلشمنٹ کی شرمناک بداخلاقیات کی خبروں اور ہر ملک میں ٹیکس چوری کی روش سے متعلق آئے دن خبروں نے اب امرا اور طبقہ بالا کے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہیں چھوڑا۔ جو لوگ اس گھناؤنے جرم میں ملوث ہیں ان کے نام پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بے شک کبھی کبھی سیاسی اور عارضی مفادات حکمران طبقے میں تضادات پیدا کرتے ہیں لیکن جب بات مالیاتی مفادات پر آتی ہے تو یہ سب اکٹھے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ پاناما کے اس قانونی تجارتی ادارے کے گاہکوں میں جہاں یوکرائن کا صدر پوروشینکو شامل ہے وہیں پر پیوٹن کے قریبی لوگ بھی شامل ہیں۔ برطانیہ کے وزیرِاعظم ڈیوڈ کیمرون کے والد، ارجنٹائن کے نئے صدر ماکری، سعودی بادشاہ سلمان اور متحدہ عرب امارات کے امیر خلیفہ کے نام پر بیرونِ ملک اکاؤنٹ کھولے گئے۔ اس فہرست میں چینی کمیونسٹ پارٹی کے کافی سینئر عہدیداران بشمول چینی صدر شی جن پنگ کا بہنوئی بھی شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان کا بیٹا بھی جزیرہ کیمن میں ایک اکاؤنٹ کے ساتھ اس فہرست میں شامل ہے۔ موساک فونیسکا کتنے سرمایے کی دیکھ بھال کرتا ہے اس کا نہ پتہ لگا ہے اور شاید آئندہ بھی کبھی پتہ نہ لگ سکے۔ پاناما دستاویز کے مطابق، پیوٹن کا ایک آدمی، سرگیج رودلگن، خفیہ طور پر کالے دھن کو سفید کرنے کی ایک سکیم چلاتا رہا ہے جس کی کل مالیت تقریباً دو ارب ڈالر ہے۔ برطانیہ کے مستند اخبار گارڈین کے مطابق ترقی پذیر ممالک سے سرمائے کی غیر قانونی منتقلی جو اس طرح کے اکاؤنٹس میں ہوتی ہے اس کی سالانہ مالیت ایک ہزار ارب ہے اور اس میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔ پاناما دستاویز اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ یہ نظام نہ تو ٹھیک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی بہتری لائی جا سکتی ہے۔ 2008ء میں آئس لینڈ کا مالیاتی نظام منہدم ہو گیا۔ اس کے نتیجہ میں آئس لینڈ میں مالیاتی اداروں کو قومیایا تو گیا مگر منڈی کے اس نظام کو للکارے بغیر جس میں یہ کام کرتے ہیں۔ (بقیہ 4، صفحہ 10)

اٹلی سے پیغام یکجہتی

ورکرنامہ کے یوم مئی کے اس شمارے کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

مارکسزم یا تو بین الاقوامی ہے یا کچھ نہیں۔

IMT کے پاکستان سیکشن کی تعمیر کے لئے آگے بڑھو!

RIVOLUZIONE

ڈنمارک سے پیغام یکجہتی

ورکرنامہ کیلئے یوم مئی کا انقلابی سلام!

پوری دنیا میں محنت کش اور نوجوان اب جدوجہد کیلئے بیدار ہو رہے ہیں اور سوشلسٹ انقلاب کے نظریات اب عام دھارے میں آ رہے ہیں۔ اس جدوجہد میں مارکسزم کے نظریات ناگزیر ہیں اور ورکرنامہ مارکسزم کے پرچم کو پاکستان کے نوجوانوں اور محنت کشوں تک لے کر جائے گا۔ ہمیں ان مشکل حالات کا پتا ہے جن میں آپ رہ رہے ہیں اور جدوجہد کر رہے ہیں اور اس بربریت سے لبریز نظام کے خلاف جدوجہد ہم اور آپ مل کر کریں گے۔

حکمران طبقہ محنت کشوں میں قوم، مذہب، جنس وغیرہ کی تفریق قائم رکھنا چاہتا ہے لیکن محنت کش طبقہ یا تو انٹرنیشنل ہے یا کچھ بھی نہیں!

ورکرنامہ زندہ باد!

عالمی سوشلسٹ انقلاب کیلئے!

انقلابی سوشلسٹس، عالمی مارکسی رجحان ڈنمارک

★REVOLUTION★
ORGAN FOR REVOLUTIONÆRE SOCIALISTER – IMT I DANMARK

کینیڈا سے پیغام یکجہتی

Fightback Canada سے انقلابی سلام!

یوم مئی وہ دن ہے جب دنیا بھر کے محنت کش، نیویارک سے اسلام آباد، لندن سے کراکس تک، خوش اور جوش سے سرشار اکٹھے ہو کر اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ سرمایہ داری کے خلاف جدوجہد میں متحد ہیں، ایک ایسا نظام جس نے صدیوں سے ہمیں جکڑا ہوا ہے۔ ہم، Fightback میں آپ کے بہن بھائی، کینیڈا کے عالمی مارکسی رجحان کی طرف سے آپ کو یوم مئی کے ورکرنامہ ایڈیشن پر سلام پیش کرتے ہیں۔ اس اخبار کے صفحوں کے ذریعے محنت کش اور نوجوان بہترین خیالات، مارکسی اور بالشویک نظریات سے آشنا ہوں گے جس سے وہ سرمایہ داری کے خلاف جدوجہد کیلئے متحرک ہوں گے۔

ورکرنامہ وہ اخبار ہوگا جو پاکستان کے چاروں کونوں میں مارکسی نظریات کا پرچار کرے گا۔ ہم پر امید ہیں کہ اس اخبار کے ذریعے، بہترین عناصر، محنت کشوں اور نوجوانوں کے سب سے زیادہ جذبہ قربانی سے سرشار اور بہادر پرتیں یکجا ہوں گی۔

محنت کش زندہ باد!

ورکرنامہ زندہ باد!

عالمی مارکسی رجحان زندہ باد!

Fightback
The Marxist Voice of Labour and Youth

آسٹریا سے پیغام یکجہتی

ہم آسٹریا سے اس یومِ مئی پر آپ کو پرجوش انٹرنیشنلسٹ سلام بھیجتے ہیں!

اس دن تمام ممالک سے محنت کش یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان کے پاس سوائے اپنی زنجیروں کے کھونے کو اور کچھ نہیں!

ہم پاکستان کے محنت کشوں کی سامراجی، بنیاد پرستی اور سرمایہ دارانہ استحصال کے خلاف جدوجہد کی مکمل حمایت کرتے ہیں!

بین الاقوامی یکجہتی زندہ باد!

عالمی مارکسی رجحان کا آسٹریا سیکشن Der Funke

derfunke
marxistische strömung in sozialdemokratie und gewerkschaft

یونان سے پیغام یکجہتی

ہم یونان سے آپ کو انقلابی یکجہتی کا پیغام بھیجتے ہیں۔

پاکستان میں ہمارے پیپر کی اشاعت کا سن کر ہم بہت خوش ہیں یہ ایک نئی شروعات ہے، پرانے سیکشن کی بری روایات سے علیحدہ ہو کر ایک نئی بالشویک روایت کی تخلیق ہے۔ یونان کے سیکشن کو بھی اسی قسم کے تجربے سے گزرنا پڑا۔ بیوروکریٹک طریقہ کار اور ذاتی شخصیت سے الگ ہو کر بالشویک روایات کی تعمیر ضروری تھی۔ جب ہم نے کام کا آغاز کیا تو کوئی انفراسٹرکچر نہیں تھا، بہت کم کامریڈ تھے لیکن ہمارے پاس نظریات اور جذبہ تھا۔ آپ کو بھی انہی کی ضرورت ہے۔

ہم پر اعتماد ہیں کہ آپ پاکستان میں ایک مضبوط بالشویک تنظیم تعمیر کریں گے۔

عالمی مارکسی رجحان کا پاکستان سیکشن زندہ باد!

Κομμουνιστική Τάση
εφημερίδα
ΕΠΑΝΑΣΤΑΣΗ

سویڈن سے یکجہتی کا پیغام

عالمی مارکسی رجحان سویڈن سے انقلابی سلام!

ہم مزدوروں کے نئے اخبار 'ورکرنامہ' کے اجرا پر بہت خوش ہیں اور ہماری نیک تمنائیں ہیں کہ یہ اخبار پاکستان میں ایک حقیقی اور کامیاب مارکسی پرچے کی شروعات ہو! اس کے ذریعے آپ پورے ملک میں مارکسی نظریات کا محنت کشوں، نوجوانوں اور کسانوں میں پرچار کر پائیں گے۔ بطور انٹرنیشنلسٹ کے ہم عالمی محنت کش طبقے، عالمی محنت کش تحریکوں اور عالمی مارکسی رجحان کیلئے بڑھائے گئے ہر قدم کیلئے بہت پرجوش ہیں۔۔ جو حقیقی عالمی مارکسزم کو سنجیدگی سے تعمیر کر رہے ہیں۔ اس عالمی محنت کشوں کے دن، یومِ مئی پر، ہم آپ کے پاس انقلابی یکجہتی کا پیغام بھیجتے ہیں۔

انٹرنیشنلزم زندہ باد!

عالمی محنت کش زندہ باد!

ورکرنامہ نامہ اور عالمی مارکسی رجحان زندہ باد!

Revolution ★

بیلجیم سے پیغام یکجہتی

بیلجیم کے مارکسسٹوں کی طرف سے

بین الاقوامی یکجہتی کا پیغام

vonk IMT

گلگت بلتستان: عذابوں میں گھری ہوئی جنت!

تحریر: اعجاز ایوب

گلگت بلتستان کا جنت نظیر خطہ اپنے اندر لازوال سیاسی محرومیوں کی داستان سمیٹے ہوئے ہے اور گزشتہ کئی دہائیوں سے سامراجی استحصال کی چکی میں پس رہا ہے۔ ناکارہ انفراسٹرکچر کی وجہ سے گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کے دلدل میں دھنستا جا رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں قدرتی وسائل کی بے دریغ استعمال کی وجہ سے آج گلوبل وارمنگ کے مضر اثرات سے کرۂ ارض کو شدید خطرات لاحق ہوتے جا رہے ہیں۔ گرین ہاؤس ایفیکٹ کی وجہ سے کرۂ ارض پر آباد چرند، پرند اور انسانوں کو آئے دن شدید موسمی تغیرات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایسے میں گلگت بلتستان کا خطہ بھی اس کی لپیٹ میں ہے جہاں بڑی تیزی سے گلیشیئرز پگھل رہے ہیں۔ آبی کٹاؤ اور ماحولیاتی آلودگی ناگہانی آفات کا موجب بن رہے ہیں۔

حالیہ دنوں میں ہونے والی غیر معمولی بارشوں کی وجہ سے شاہراہ قراقرم 40 سے زائد مقامات پر بلاک ہوئی جس کی وجہ سے اس قلیل مدت میں ہی پورے خطے میں اشیائے خورد و نوش، پیٹرولیم اور ادویات کی شدید قلت پیدا ہوئی۔ سیلابی ریلے آبادیوں کو بہا کر لے گئے۔ غریبوں کے کچے گھر کیچڑ کا ڈھیر بن گئے اور کئی لوگ گھروں کے ملبے تلے دب کر زندگی کی بازی ہار گئے۔ سیلابی ریلے اور برفانی تودوں کے گرنے سے سینکڑوں گھر تباہ ہوئے، ہزاروں ایکڑ زمین بہہ گئی، درخت گر گئے اور مال مویشی کو بھی شدید نقصان پہنچا۔ پن بجلی کے چینل ٹوٹنے سے پورا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ اس دوران مقامی لوگ، مسافر اور سیاح مختلف علاقوں میں پھنس کر رہ گئے۔ ہزاروں لوگوں کو دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنا پڑی اور دور دراز علاقوں میں جا کر پناہ لینی پڑی۔ دور دراز علاقوں کا رابطہ منقطع ہو جانے سے زندگی اجیرن ہو گئی۔ گویا پورا خطہ قرون وسطیٰ کی منظر کشی کرنے لگا۔ ایسے حالات میں لوگ حکومت کی تلاش کرتے رہے مگر حکومت کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ مقامی لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت سڑکیں، واٹر چینل اور پل تعمیر کیے۔ 13 دنوں کے بعد FWO شاہراہ قراقرم کو دوبارہ کھولنے میں کامیاب ہوئی، جو کہ اسلام آباد اور گلگت بلتستان کا واحد زمینی راستہ ہے۔ اس ساری صورتحال سے ہونے والی تباہ کاری اور اس کے نتیجے میں پڑنے والے قحط نے تمام تر حکومتی دعوؤں کا پول کھول کر رکھ دیا۔ مختلف علاقوں میں عوام نے حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہرے بھی کیے۔ ''گلگت بلتستان ایکشن تحریک'' نے اس گھمبیر صورتحال کے پیش نظر 17 اپریل کو گلگت شہر میں احتجاجی ریلی نکالنے کا اعلان بھی کیا ہے، جس میں عوام سے بڑے پیمانے پر شرکت کی اپیل کی گئی ہے، جس میں حکومت اور گلگت بلتستان انتظامیہ کی ناقص کارکردگی اور بدترین انتظامات کے خلاف احتجاج کیا جا رہا ہے۔ اس غربت، بیماری، ناخواندگی، بیروزگاری، دہشتگردی، ظلم، جبر اور استحصال کے خلاف سماج کی تہہ میں پکنے والا لاوا اپریل 2014ء میں بھی امڈ آیا تھا۔ فرقہ واریت اور لسانیت کے مسلط شدہ اندھیروں کو چیرتے ہوئے محنت کشوں نے متحد ہو کر اپنے بنیادی حقوق کی جدوجہد کی اور گندم کی سبسڈی کی بحالی سمیت بیشتر مطالبات منوانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ بورژوا اور لبرل دانشور پاک چین اقتصادی راہداری سے گلگت بلتستان کے مسائل کا حل وابستہ کیے نظر آ رہے ہیں جو کہ محض خوش فہمی ہے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ ماؤزے تنگ کے عہد کا چین نہیں ہے جہاں 1949ء میں برپا ہونے والے انقلاب کے بعد ایک منصوبہ بند معیشت تھی جو منافع اور حرص سے پاک تھی۔ بلکہ اب CPC کا مقصد بدترین لوٹ مار اور بلند شرح منافع کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور یہاں کا حکمران بطور کمیشن ایجنٹ کام کرے گا۔ 2008ء کے عالمی معاشی بحران سے قبل چین کا شرح نمو 14 فیصد تھا جو اب کم ہو کر 6 فیصد تک گر چکا ہے۔ ان معاہدوں سے اس خطے کی خوشحالی کے آنے کی امید نہیں ہے۔ آخری تجزیے میں اس کا فائدہ سرمایہ دار طبقے کو ہوگا اور اس کی بھاری قیمت محنت کش غریب عوام کو چکانی پڑے گی۔ اقتصادی راہداری کے منصوبوں کا مقصد منافع کا حصول ہے اور اس کی بندر بانٹ پر علاقائی و صوبائی چپقلش بھی جنم لے رہی ہے۔

ماضی کی طرح ایک مرتبہ پھر گلگت بلتستان کو متنازعہ قرار دے کر اقتصادی راہداری منصوبوں کے راستے اپنے لیے صاف کیے جا رہے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ وفاقی گورنر اور افسر شاہی کی تقرری سے لیکر عالمی نوعیت کے معاہدوں کی جب بات ہوتی ہے تو اسے پاکستان کی شہ رگ ہونے کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں مگر آئینی حقوق اور حصہ داری کی بات آئے تو متنازعہ ہونے کا نوحہ سنا دیا جاتا ہے۔ اقتصادی راہداری منصوبوں پر عوامی تحفظات کو دور کرنے میں غیر سنجیدگی سے کام لیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے قومی سوال بھی دن بہ دن سنگین ہوتا جا رہا ہے۔ یکم نومبر 1947ء کو ڈوگرہ راج سے آزادی حاصل کرنے کے بعد اس خطے کا الحاق پاکستان سے ہوا تھا۔ 1948ء میں انڈیا نے مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں پیش کیا اور دونوں ممالک کے موقف کو پیش نظر رکھ کر اگست 1948ء میں UNCIP کی قرارداد منظور ہوئی جس کے تحت کشمیر اور گلگت بلتستان کے مسئلے کا حل اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ انڈیا نے جموں کشمیر میں سٹیٹ سبجیکٹ رول کا نفاذ کیا اور ان کو لوک سبھا میں نمائندگی دی گئی۔ پاکستان نے آزاد کشمیر میں بھی سٹیٹ سبجیکٹ رول کا نفاذ کیا اور کشمیر قانون ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جبکہ گلگت بلتستان میں 1954ء کے بعد سے سٹیٹ سبجیکٹ رول کا خاتمہ کیا گیا جس کے تحت یہاں غیر مقامی لوگ زمین کا لین دین اور کاروبار کر سکتے ہیں جس کے لیے کوئی رائلٹی بھی نہیں دی جاتی ہے اور ہر طرح کا ٹیکس بھی لاگو ہے۔ ''No Taxation, Without Representation'' کا قانون ہر جگہ لاگو ہوتا ہے مگر ادھر معاملہ ہی اور طرح کا ہے۔ گزشتہ 69 سالوں میں قومی اسمبلی اور سینٹ میں کوئی نمائندگی نہیں دی گئی ہے۔ آج تک گلگت بلتستان کو اقوام متحدہ کی بوگس قراردادوں کی آڑ میں مسئلہ کشمیر کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور کشمیر سے زیادہ پسماندہ رکھا گیا ہے۔ بقول لینن، اقوام متحدہ جیسے ادارے ''چوروں کا باورچی خانہ'' ہیں جو سامراجی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے قوموں کو غلامی کے شکنجے میں جکڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

گلگت بلتستان میں 2009ء سے سیلف گورننس آرڈیننس نافذ العمل ہے اور عارضی صوبائی سیٹ اپ کے ذریعے گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی اور گلگت بلتستان کونسل تشکیل دی گئی ہیں تاہم قومی اسمبلی میں نمائندگی نہیں ہے۔ 20 لاکھ آبادی والے اس خطے کا سالانہ بجٹ ساڑھے 27 ارب ہے جس میں 9 ارب ترقیاتی اور 18 ارب روپے صحت، تعلیم، معدنیات، سیاحت، زراعت، توانائی، ٹرانسپورٹ اور رہائش وغیرہ کے لیے مختص ہیں۔ فی کس آمدن 350 ڈالر سالانہ ہے جو کہ ایک ڈالر یومیہ (بقیہ 5، صفحہ 10)

ہندوستان میں طلبہ تحریک: اب زندانوں کی خیر نہیں!

تحریر: یاسر ارشاد

گزشتہ تین ماہ سے ہندوستان کی طلبہ تحریک میں آنے والی نئی اٹھان ملک کے طول و عرض اور دنیا بھر کے طلبہ پر زبردست اثرات مرتب کر رہی ہے۔ ہندوستانی طلبہ کی یہ تحریک پچھلے 25 سال میں ابھرنے والی سب سے بڑی تحریک ہے۔ اگرچہ تحریک اس وقت سوشل میڈیا پر پہلے اور بعد میں ذرائع ابلاغ میں کھل کر سامنے آئی جب جواہر لال نہرو یونیورسٹی کی طلبہ یونین کے منتخب صدر کامریڈ کنہیا کمار کو ملک کے خلاف بغاوت کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ لیکن درحقیقت تحریک کے اس ریلے کا آغاز 17 جنوری کو حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی کے ایک طالبعلم روہیت ویمولا کو یونیورسٹی سے نکالے جانے پر احتجاجاً خودکشی کرنے کے باعث ہوا۔ روہت کا تعلق دلت (نیچ) ذات سے تھا اور وہ حیدرآباد یونیورسٹی میں امبید کر سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا ایک سرگرم کارکن تھا۔ امبید کر سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر قانون ڈاکٹر بھیم راؤ امبید کر (جسے بابا صاحب بھی کہا جاتا ہے) کے نام سے منسوب ایک طلبہ تنظیم ہے۔ ڈاکٹر بھیم راؤ کو سیکولرازم کا حامی اور ہندوستان میں رائج ذات پات کے دقیانوسی نظام کے خاتمے کی جدوجہد کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ حیدرآباد یونیورسٹی میں انتظامیہ اور BJP کے طلبا ونگ ABVP کے متعصبانہ رویے کے باعث دس سالوں میں 9 دلت طلبہ خودکشی کر چکے ہیں۔ جبکہ روہت کی خودکشی ایک چنگاری ثابت ہوئی جس نے اس تشویشناک صورتحال کے خلاف غم و غصے کی آگ کو بھڑکا کر شعلے میں تبدیل کر دیا۔ گزشتہ سال ستمبر میں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے طلبہ کے سرکاری وظائف کی رقوم میں کمی کے خلاف یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے سامنے کئی روز طلبہ نے دھرنا دیے رکھا۔ یوں ہم ہندوستان کے طلبہ میں عمومی مسائل کے بڑھنے کے خلاف غم و غصے میں سطح کے نیچے اضافہ ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں جو اس معیار تک پہنچ چکا تھا جہاں کوئی بھی حادثاتی عنصر اس غم و غصے کو ایک تحریک کی صورت میں پھاڑ سکتا تھا۔ پہلے یونیورسٹی گرانٹ کا خاتمہ اور پھر روہت کی خودکشی اور اس کے ساتھ کنہیا کی گرفتاری پے در پے وہ واقعات ثابت ہوئے جنہوں نے سالوں سے مجتمع ہونے والے غم و غصے اور نفرت کو ایک تحریک میں تبدیل کر دیا۔

17 جنوری کو روہت کی خودکشی کے بعد حیدرآباد یونیورسٹی کے طلبہ نے اس کو ایک یونیورسٹی انتظامیہ اور ABVP کے صدر سوشیل کمار کی ملی بھگت سے کیا جانے والا ایک انسٹی ٹیوشنل قتل قرار دیتے ہوئے وائس چانسلر اور سوشیل کمار کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرانے کے لیے ایک احتجاجی تحریک کا آغاز کیا جس کو انہوں نے ''روہت کے لیے انصاف'' کا نام دیا۔ اس تحریک کی حمایت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے طلبہ بھی اس تحریک میں سرگرمی سے شمولیت اختیار کرنے لگے۔ ذرائع ابلاغ کی مجرمانہ خاموشی کے باوجود یہ تحریک بڑے پیمانے پر سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلنا شروع ہو گئی تھی جو BJP حکومت اور سنگ پریوار کی دیگر پارٹیوں کی دوسرے مذاہب اور خاص کر نچلی ذاتوں کے خلاف متعصبانہ نظریات کے خلاف ایک چیلنج بن کر ابھر رہی تھی۔ BJP حکومت نے حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی کے طلبا پر وحشیانہ تشدد کیا اور روہت کے لیے انصاف کے حصول کی تحریک کے کئی سرگرم کارکنان کو گرفتار کیا تاکہ جبر کے ذریعے اس تحریک کو کچلا جا سکے لیکن ہندو بنیاد پرستی اور ریاست کا مشترکہ جبر بھی اس تحریک کو کچل نہیں سکا۔ اسی دوران 9 فروری کو جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (ماؤاسٹ) کے طلبا ونگ ڈیموکریٹک سٹوڈنٹس یونین نے JNU دہلی میں ایک ثقافتی پروگرام کا انعقاد کیا جس میں افضل گرو کی پھانسی کو عدالتی قتل قرار دیا گیا۔ اسی پروگرام کو بنیاد بنا کر ABVP کے رہنماؤں کی درخواست پر کنہیا کمار کو ملک کے خلاف نعرے لگانے کے مبینہ الزامات میں بغاوت کے جھوٹے مقدمے میں گرفتار کیا گیا۔ کنہیا کمار کی گرفتاری نے JNU کے طلبا میں بغاوت کو بھڑکا دیا جس کے بعد اس طلبا تحریک کی گونج بورژوا ذرائع ابلاغ میں بھی شہ سرخیوں اور ٹاک شوز سے لیکر حکمرانوں کے ایوانوں تک گونجنے لگی۔ JNU دہلی اپنی آزاد خیالی اور بائیں بازو کی سرگرم سیاست کے حوالے سے نہ صرف مشہور ہے بلکہ ہندو بنیاد پرستوں کے دلوں میں ہمیشہ سے کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ BJP حکومت اور سنگ پریوار نے بغاوت کے الزامات کے ذریعے تحریر و تقریر کی حقیقی آزادی، اور سیکولرازم جو ہندوستان میں عملاً رائج نہیں رہا لیکن JNU میں موجود تھا اس کو ختم کرنے کی جو کوشش کی اس کے جواب میں JNU کی طلبہ قیادت نے یہ لڑائی ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں تک پہنچا دی۔ JNU کے طلبہ نے اس حملے کا جواب یونیورسٹی کے انتظامی بلاک کو آزادی چوک کا نام دیکر وہاں ہر روز ایک سیاسی موضوع پر لیکچر کا انعقاد کر کے دیا۔ جہاں ہر سیاسی اور سماجی موضوع پر ہر قسم کے نقطہ ہائے نظر اور نظریات کو زیر بحث لایا جاتا تھا۔ اسی طرح ذات پات کی تفریق سے لیکر سامراجیت اور ہندو بنیاد پرستانہ اور شاؤنسٹ قوم پرستی سے لیکر قوموں کے حق خود ارادیت تک جیسے موضوعات پر ملک کی دیگر جامعات میں بھی پروگرام منعقد کیے جا رہے ہیں جہاں طلبہ قیادت کے ساتھ بائیں بازو کی پارٹیوں کے قائدین اور لبرل دانشور اپنے نظریات کا پرچار کرتے ہیں۔

ہندوستان کی موجودہ طلبہ تحریک کا جائزہ لیا جائے تو اس کے بنیادی محرکات میں جہاں مودی حکومت کی معیشت کو ترقی دینے میں ناکامی اور ہندوستانی سرمایہ داری کے عمومی زوال کے باعث درمیانے طبقے اور محنت کشوں پر بڑھنے والا بے پناہ دباؤ ہے اس کے ساتھ ہی معاشی بحران کے اثرات کو کم کرنے کے لیے ریاستی اخراجات خاص کر تعلیم اور صحت کے شعبے میں کی جانیوالی کٹوتیاں بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر عالمی سطح پر سرمایہ داری نظام کے زوال کے خلاف ابھرنے والی تحریکوں کے عمومی اثرات ہیں۔ مودی حکومت معیشت میں حقیقی بڑھوتری لانے میں ناکامی کو ایک طویل عرصے سے محض اعداد و شمار میں ہیر پھیر اور معاشی نمو کو جانچنے کے طریقوں میں ردوبدل کے ذریعے ہندوستان کو دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرتی ہوئی معیشت بنانے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔ 9 اپریل کو اکانومسٹ کی ویب سائٹ پر شائع ہونے والے ایک مضمون کے مطابق ''ممبئی کی ایک بروکر فرم ایمبٹ کیپیٹل کے مطابق ہندوستان کی شرح نمو 4.5 فیصد ہے جبکہ HSBC بینک کے معاشی ماہرین کے مطابق 5.6 سے 5.9 فیصد شرح نمو سچائی کی قریب تر ہے۔'' مودی حکومت کی ناکامی محنت کشوں اور طلبا کی حاصل کردہ مراعات پر حملوں سے مکمل عیاں ہے۔ ہندو بنیاد پرستی کے نظریات کو ریاستی طاقت کی پشت پناہی سے سماج کی ہر اس پرت پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جہاں سے بغاوت کے ابھرنے کے امکانات موجود ہیں۔ اسی پس منظر میں یہ وضاحت کی جا سکتی ہے کہ یونیورسٹیوں میں بنیاد پرست نظریات کو مسلط کرنے کے لئے کس طرح یونیورسٹی انتظامیہ اور ریاست کی طاقت کے ذریعے ABVP کے غنڈوں کی معاونت کی جا رہی ہے تاکہ ان اداروں میں آزادانہ سیاسی سرگرمیوں اور بحث و مباحثے کے ماحول کے ختم کیا جا سکے۔ لیکن جیسا کہ مارکس نے لکھا تھا کہ بعض اوقات انقلاب کو آگے بڑھانے کے لیے ردانقلاب کے کوڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ابھرنے والی حالیہ طلبہ تحریک ہندو بنیاد پرستی کے ایک وار کے سبب ہی ابھری ہے اور اب مودی حکومت کے لئے حالات قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔ دلت طلبہ کیساتھ بد سلوکی اور طلبہ پر ہندوستان مخالف ہونے کے جھوٹے الزامات اور مقدمات کے خلاف ابھرنیوالی طلبہ تحریک اس حکومت کے ایوانوں کو لرزا رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ استحصال سے لیکر پاکستان کے خلاف جنگ جیسے مسائل پر بحث و مباحثہ زبان زد عام ہوتا جا رہا ہے۔ کنہیا کمار اور عمر خالد جیسے ''وطن دشمن'' ملک کی ہر یونیورسٹی میں حقیقی آزادی کی سائنسی اور سوشلسٹ تعریف جیسے موضوعات پر لیکچر دے رہے ہیں۔ سوشلزم کے نظریات جو JNU دہلی کی چار دیواری تک محدود تھے وہ اس چار دیواری سے نکل کر دہلی کی سڑکوں سے ہوتے ہوئے ملک کے طول و عرض پر بحث و مباحثے کا محور بنتے جا رہے ہیں۔ طبقاتی آزادی کا سوال اتنے بڑے پیمانے پر کمیونسٹ پارٹیوں کی دہائیوں کی جدوجہد نہیں پھیلا سکی جتنا اس تحریک نے پھیلا دیا ہے۔

JNU کی تحریک جب اپنے عروج پر تھی اسی دوران ہنڈا گاڑیاں اور موٹر سائیکل بنانے والی فیکٹری کے محنت کشوں کی بھی ایک زبردست ہڑتال جاری تھی جو اس قسم کی پذیرائی حاصل نہیں کر سکی بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس تحریک کی وجہ سے وہ ہڑتال دب کر رہ گئی۔ لیکن اس دوران بھی ہمیں طلبہ کی محنت کشوں کے ساتھ یکجہتی کے کچھ ابتدائی نوعیت کے اقدامات دکھائی دیئے جب ہڑتالی مزدوروں کے نمائندوں کو JNU کے طلبہ سے خطاب کرنے کے لئے باقاعدہ مدعو کیا گیا۔ اسی دوران روہت کے لئے انصاف کی مانگ کرنے والے حیدرآباد یونیورسٹی کے احتجاجی طلبا نے یہ نعرہ بھی ایجاد کیا کہ ''JNU تو بہانہ ہے۔۔۔ روہت کا مدعا دبانا ہے۔'' JNU کی تحریک میں ٹھہراؤ آ چکا ہے لیکن حیدرآباد یونیورسٹی کے طلبہ کی تحریک ابھی تک جاری ہے۔ 6 اپریل کو حیدرآباد کے مختلف تعلیمی اداروں سے سینکڑوں طلبہ حیدرآباد یونیورسٹی کے احتجاج میں شرکت کے لئے جب یونیورسٹی پہنچے تو وہاں موجود پولیس کی بھاری نفری نے انہیں اندر داخل ہونے سے روک دیا اور اس کے ساتھ ہی یونیورسٹی کے طلبہ کو بھی باہر آنے سے روکنے کے لئے ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ ریاستی تشدد سے طلبہ تحریک کو کچلنے میں مودی حکومت کو شرمناک شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ طلبہ تحریک کے اس پہلے ریلے کی ریاست کے جبر کے خلاف کامیابی مستقبل کی زیادہ سنجیدہ اور بڑی فتوحات کے لئے درکار عزم، حوصلہ اور جرات فراہم کرے گی۔ ہندوستان کے طلبا کی انتہائی جرات مندانہ اور زبردست تحریک کے باوجود ابھی یہ واقعات ایک بہت بڑی ہڑتالوں اور تحریکوں سے بھرپور سماجی ہلچل کے عہد کا محض آغاز ہے۔ لیکن بنیادی نقطہ یہ ہے کہ ہندوستان میں یہ آغاز ہو چکا ہے اور یہ عمل اب اپنے تمام تر اتار چڑھاؤ اور اندرونی تضادات کے ساتھ دنیا بھر میں رونما ہونیوالے ہر قسم کے واقعات کے زیر اثر نہ صرف تیزی سے آگے بڑھے گا بلکہ ہندوستان کے واقعات بڑے پیمانے پر ارد گرد کے ممالک اور دنیا بھر پر اپنے اثرات مرتب کریں گے۔

مزدوروں کا عالمی دن: محنت اور سرمائے کی جنگ، فتح ہمارا مقدر ہے!

تحریر: آفتاب اشرف

سال 2016ء کا یوم مئی دنیا کے تمام خطوں میں ایک ایسے عہد میں منایا جائے گا جب سرمایہ دارانہ نظام اپنی تاریخ کے سب سے گہرے اور بدترین بحران کے آٹھویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ 2008ء کے عالمی مالیاتی کریش سے شروع ہونے والا یہ بحران جہاں ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام کی تاریخی متروکیت کی عکاسی کرتا ہے تو دوسری طرف پچھلے آٹھ سالوں میں دنیا کے ہر خطے میں ابھرنے والی محنت کشوں اور نوجوانوں کی تحریکیں اور انقلابات ایک نئے عہد کے آغاز کا عندیہ دے رہے ہیں۔ ایک ایسا عہد جس میں ماضی کی روایات اور تعصّبات تیزی سے دم توڑ رہے ہیں اور ہر آنے والا دن عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے جبر کے خلاف سلگتی ہوئی بغاوت کو ہوا دے رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بربریت کے خلاف اس ابلتے ہوئے لاوے کی حدت اس سال کرۂ ارض پر منعقد ہونے والی یوم مئی کی ہر تقریب میں محسوس کی جائے گی اور لاکھوں کروڑوں محنت کش ہاتھوں میں سرخ جھنڈے اٹھائے رنگ، نسل، قوم، زبان، مذہب اور فرقے کی ہر تفریق سے بالاتر ہو کر اپنی عالمگیر جڑت اور طاقت کا اظہار کریں گے۔ سرمائے اور محنت کا تضاد سرمایہ دارانہ نظام کا سب سے بنیادی تضاد ہے اور اس نظام کے جنم سے ہی یہ تضاد سرمایہ دار طبقے اور محنت کش طبقے کی طبقاتی لڑائی کی صورت میں اپنا اظہار کرتا چلا آیا ہے۔ سرمایہ دار طبقے کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کم سے کم مزدوروں سے کم از کم اجرت میں زیادہ سے زیادہ کام کرائے تاکہ اپنی شرحِ منافع کو بڑھایا جا سکے لیکن محنت کش طبقہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کے آغاز سے ہی اپنے اس استحصال کے خلاف طبقاتی بنیادوں پر منظّم ہو کر جدوجہد کرتا چلا آیا ہے۔ ایسی ہی ایک جدوجہد کا آغاز 1880ء کی دہائی کے اوائل میں امریکہ کے محنت کشوں نے کیا جن کا بنیادی مطالبہ یہ تھا کہ کام کے اوقات کار کو 16-12 گھنٹے سے کم کر کے 8 گھنٹے کیا جائے۔ 1884ء میں امریکہ کی بڑی ٹریڈ یونینوں کے ایک مرکزی کنونشن میں اعلان کیا گیا کہ یکم مئی 1886ء سے امریکہ کے تمام محنت کشوں کے کام کے اوقات کار 8 گھنٹے یومیہ ہوں گے۔ 1886ء کے آغاز سے امریکی محنت کشوں کی جدوجہد میں تیزی آنا شروع ہو گئی۔ یکم مئی 1886ء کو پورے امریکہ میں ایک عام ہڑتال ہوئی جس میں 13 ہزار سے زائد صنعتوں کے لاکھوں محنت کشوں نے شرکت کی۔ شکاگو کے صنعتی شہر میں، جو اس پوری تحریک کا مرکز تھا، 40 ہزار سے زائد محنت کشوں نے سڑکوں پر جلوس نکالے۔ 3 مئی تک شکاگو کی سڑکوں پر ہونے والے ان مظاہروں میں ایک لاکھ سے زائد مزدور شریک ہو رہے تھے۔ فیکٹری مالکان اور امریکی ریاست کے حکم پر پولیس نے پرامن مزدوروں پر فائر کھول دیا۔ 6 مزدور موقع پر شہید ہو گئے اور بے شمار زخمی ہوئے۔ پورے ملک کے محنت کشوں میں حکومت اور مالکان کی اس درندگی کے باعث غم و غصے کی ایک لہر دوڑ گئی اور اگلے دن پورے ملک میں احتجاجی ریلیوں اور جلسوں کا اعلان کیا گیا۔ 4 مئی کو شکاگو میں 'ہے مارکیٹ' چوک پر ہزاروں مزدور احتجاج کر رہے تھے کہ پولیس نے بزورِ طاقت انہیں منتشر کرنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں پولیس دستے پر ایک بم پھینکا گیا (جو پولیس یا فیکٹری مالکان کے ہی کسی خفیہ ایجنٹ کی کارستانی تھی)۔ بم حملے کو جواز بناتے ہوئے پولیس نے نہتے مزدوروں پر اندھا دھند فائر کھول دیا جس سے آٹھ مزدور موقع پر ہی شہید ہو گئے اور 40 سے زائد شدید زخمی ہوئے۔ حکومت کی ایما پر زرخرید میڈیا نے مزدوروں کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کر دیا اور 8 مزدور راہنماؤں کو قتل اور دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور بنا کسی ثبوت کے ایک بوگس عدالتی کاروائی کے ذریعے ان کو مجرم ٹھہرا دیا گیا۔ 4 مزدور راہنماؤں کو فوری طور پر پھانسی دے دی گئی۔ ایک نے جیل میں خودکشی کر لی اور بقیہ 3 کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا جنہیں 1893ء میں مزدور تنظیموں کے شدید دباؤ کی وجہ سے رہا کر دیا گیا۔ شکاگو کے مزدوروں کے اس بہیمانہ قتل عام سے پوری دنیا میں محنت کش طبقے کی تنظیموں میں غصے کی ایک لہر دوڑ گئی اور جولائی 1889ء میں پیرس میں منعقد ہونے والی دوسری انٹرنیشنل کی پہلی کانگریس میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ آئندہ ہر سال یکم مئی کا دن پوری دنیا میں محنت کشوں کے عالمی دن کے طور پر منایا جائے گا تاکہ شکاگو کے شہیدوں کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے ایک بہتر زندگی کے حصول کی جدوجہد کو آگے بڑھایا جا سکے۔

آج شکاگو کے مزدوروں کی جدوجہد کے 130 سال بعد سرمایہ دارانہ نظام پیداواری قوتوں کو مزید ترقی دینے کی اہلیت مکمل طور پر کھو چکا ہے۔ یہ تاریخی طور پر اتنا گل سڑ چکا ہے کہ کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کی ایک وسیع اکثریت کی زندگی میں کسی قسم کی بہتری نہیں لا سکتا۔ لیکن جیسے جیسے سرمایہ دارانہ نظام کا عالمی بحران شدید ہوتا جا رہا ہے، اس کی سفاکی اور بربریت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سرمایہ دار طبقہ اپنی ملکیت اور طبقاتی حکمرانی کو برقرار رکھنے کے لئے کرۂ ارض کے ہر سماج میں محنت کش طبقے پر شدید حملے کر رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ ممالک سے لیکر لاطینی امریکہ کے ممالک تک، پاکستان بھارت جیسے پسماندہ ممالک سے لیکر پیداواری صنعت کے سب سے بڑے عالمی مرکز چین تک، خانہ جنگی کی آگ میں جلتے مشرق وسطیٰ سے لے کر افریقہ تک کوئی بھی سماج ایسا نہیں ہے جہاں پر اپنی بقا کی خاطر سرمایہ دار طبقہ محنت کشوں کی زندگی جہنم نہ بنا رہا ہو۔ پوری دنیا میں محنت کشوں کی حقیقی اجرتوں میں مسلسل کمی کی جا رہی ہے، کام کے اوقات کار کو بڑھایا جا رہا ہے، عوامی فلاح سے متعلق اخراجات میں مسلسل کٹوتی کی جا رہی ہے۔ ایک طرف ریاستی اداروں کی نجکاری اور ڈاؤن سائزنگ کی پالیسی کے ذریعے ورکرز کو بیروزگار کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف سرمایہ دار طبقے، بینکوں اور بڑی فرموں کے تمام قرضوں کا بوجھ ٹیکسوں کی صورت میں محنت کش عوام کے سروں پر لادا جا رہا ہے۔ محنت کش طبقے کی مزاحمت کو کچلنے کے لئے تمام ریاستی ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔

2014ء کی کریڈٹ سوئس گلوبل ویلتھ رپورٹ کے مطابق دنیا کی امیر ترین 1 فیصد اقلیت کے پاس دنیا کی کل دولت کے تقریباً پچاس فیصد کی ملکیت ہے۔ اسی طرح دنیا کی امیر ترین 10 فیصد آبادی کل دولت کے تقریباً 87 فیصد کی مالک ہے۔ جبکہ غریب ترین 50 فیصد آبادی کے پاس دنیا کی کل دولت کا 1 فیصد سے بھی کم حصہ ہے۔

ایک طرف کالے مزدور دشمن قوانین بنائے جا رہے ہیں تو دوسری طرف پوری دنیا میں ٹریڈ یونینز کو توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سارے کھیل میں محنت کش طبقے کی روایتی پارٹیاں اور ٹریڈ یونین قیادتوں کی بھاری اکثریت بھی سرمایہ دار طبقے کے زرخرید غلام کا کردار ادا اور محنت کش طبقے میں سرمایہ داروں کی دلالی کر رہی ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے اس وحشیانہ استحصال کے نتیجے میں آج ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جس میں دولت کی تقسیم نہایت غیر مساویانہ ہے۔ دنیا کے تمام ممالک کی طرح پاکستان کا محنت کش طبقہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کے جبر کے ہاتھوں برباد ہو رہا ہے۔ پسماندگی اور معیشت میں کالے دھن کے بڑے عمل دخل کی وجہ سے پاکستان میں سرمایہ دارانہ استحصال کی اشکال ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ ممالک کے مقابلے میں اور زیادہ وحشیانہ ہیں۔ نجی شعبے میں صنعتوں کی بھاری اکثریت سرے سے رجسٹرڈ ہی نہیں ہے۔ مستقل روزگار کی جگہ ٹھکیداری نظام نے لے لی ہے جس کے تحت مزدوروں کو روزانہ کام ملنے یا نہ ملنے کے حوالے سے ایک مستقل غیر یقینی کیفیت کی اذیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ اجرتوں میں مسلسل کمی کی جا رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے تمام صنعتوں کے لئے کم از کم اجرت 13 ہزار ماہانہ مقرر کی گئی ہے جس میں ایک فرد کی ایک ماہ کی خوراک کے اخراجات بھی ٹھیک سے پورے نہیں ہوتے، لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اکثریتی نجی صنعتوں میں ٹھیکیداری نظام کے تحت محنت کشوں کو اس سے بھی کم اجرت پر کام کروایا جا رہا ہے۔ حقیقت میں کام کے کوئی اوقات کار مقرر نہیں ہیں۔ اکثریتی نجی صنعتوں میں مزدوروں سے 12 سے 16 گھنٹے کام لیا جاتا ہے۔ کام کے دوران سیفٹی کو بہتر بنانے کے لئے مالکان ایک پائی خرچ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کے نتیجے میں روزانہ کی بنیاد پر ہونے والے درجنوں حادثات سے لے کر بلدیہ ٹاؤن کراچی اور سندر اسٹیٹ رائے ونڈ جیسے سانحات اب ایک معمول بن گئے ہیں۔ پینشن یا گریجوایٹی تو دور کی بات نجی صنعتوں کے ورکرز کی ایک بھاری اکثریت کے سوشل سیکیورٹی کارڈ تک نہیں بنائے جاتے۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ مکمل طور پر فیکٹری مالکان کی کاسہ لیسی کرتا ہے اور لیبر آفیسر سرمایہ داروں کے دلال بن کر مزدور دشمنی کی انتہا کو چھو رہے ہیں۔ سوشل سیکیورٹی کے محکمے سے مزدوروں کو سوائے دھکوں کے اور کچھ نہیں ملتا۔ صنعتی لیبر میں ایک بڑی تعداد عورتوں اور بچوں کی بھی ہے جن کا استحصال مرد مزدوروں سے بھی زیادہ شدت سے کیا جاتا ہے۔ بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں کام کرنے والے ورکرز کے بھی یہی حالات ہیں۔ اکثریت ملٹی نیشنل کمپنیوں نے تھرڈ پارٹی کنٹریکٹ کے ذریعے پیداوار کی ذمہ داری کسی مقامی صنعت کو دی ہوتی ہے جہاں پر لیبر ٹھیکیدار کے ذریعے دیہاڑی پر مزدور رکھ کر ان کی محنت کا خوب استحصال کیا جاتا ہے۔ نجی شعبے میں ٹریڈ یونینز نہ ہونے کے برابر ہیں اور پاکستان میں بحیثیت مجموعی محنت کش طبقے کا ایک فیصد سے بھی کم ٹریڈ یونینز میں منظّم ہے۔ جو ٹریڈ یونینز موجود ہیں ان میں ایک بڑی اکثریت پاکٹ یونینز کی ہے جو کہ مزدوروں کی لڑائی لڑنے کی بجائے مالکان کی دلالی کرتی ہیں۔ قانون میں یونین سازی کی مشروط اجازت ہے لیکن عملاً یونین سازی پر پابندی ہے۔ کسی بھی فیکٹری کے مزدوروں کے لئے ایک نئی ٹریڈ یونین رجسٹر کرانا اور سی بی اے لینا عملاً تقریباً ناممکن ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگر مزدور کسی فیکٹری میں لڑ بھڑ کر ٹریڈ یونین بنا بھی لیں تو اسے ختم کرانے کے لئے سرمایہ دار ہر قسم کے ہتھکنڈوں پر اتر آتے ہیں۔ پہلے دلال لیبر ڈیپارٹمنٹ اور زرخرید لیبر عدالتوں کے ذریعے قانونی پیچیدگیاں کھڑی کی جاتی ہیں اور بکاؤ میڈیا کے ذریعے مزدوروں کے خلاف خوب زہریلا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس سب سے کام نہ بنے تو پھر فیکٹری مالکان کی ایما پر اپنے حق کے لئے جدوجہد کرنے والے محنت کشوں پر ریاستی طاقت کا وحشیانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مزدوروں پر جھوٹے فوجداری مقدمات بنانے سے لیکر بدترین پولیس تشدد تک تمام ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔ بعض واقعات میں تو ریاستی آشیرباد کے ساتھ بغاوت کرنے والے مزدور راہنماؤں کو کرائے کے غنڈوں کے ذریعے قتل تک کرا دیا گیا۔ نجی شعبے کی طرح سرکاری سیکٹر کے محنت کش بھی سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ پی ٹی سی ایل، بینکوں، کے ای ایس سی سمیت بے شمار سرکاری اداروں کی نجکاری کی جا چکی ہے جس کے نتیجے میں لاکھوں مزدور بیروزگار ہوئے ہیں۔ اسی طرح واپڈا، پوسٹ، اسٹیل مل، پی آئی اے، او جی ڈی سی ایل اور صحت اور تعلیم کے شعبوں سمیت کئی مزید سرکاری اداروں کی نجکاری IMF کی دلال حکومت کے مزدور دشمن معاشی پروگرام میں سرفہرست ہے۔ حال ہی میں پی آئی اے کی نجکاری کے خلاف ہونے والی ریلی پر رینجرز کی فائرنگ سے پی آئی اے کے دو ملازمین کی شہادت اس حکومت اور ریاست کی مزدور دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سرمایہ دار طبقے اور ریاست کے جبر کے ساتھ ساتھ محنت کش طبقے کی اس کیفیت کی ذمہ داری روایتی ٹریڈ یونین قیادتوں اور پیشہ ور لیبر لیڈروں پر بھی عائد ہوتی ہے جن کی دلالی اور مکمل تعاون کے بغیر محنت کش طبقے کو کچلنا حکمران طبقات کے لئے ناممکن ہے۔ عام ورکرز کی جرات مند لڑائیوں اور قربانیوں کے باوجود کئی سرکاری اداروں کی نجکاری میں حکومت کی کامیابی اور نجی صنعت میں جنم لینے والی بے شمار تحریکوں کی شکست کا سب سے اہم سبب یہی غدار اور بکاؤ مزدور قیادتیں ہیں جو کہ مزدوروں کے بھیس میں مزدوروں کی بدترین دشمن ہیں۔

اس سال یوم مئی پر پاکستان کے طول و عرض میں کئی تقریبات، ریلیاں اور جلسے جلوس ہوں گے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس یوم مئی پر شکاگو کے شہیدوں کی یاد کو تازہ کرنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کا ایک ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ محنت کش طبقے کو اپنی بقا کی جدوجہد لڑنے کے لئے ''ایک کا دکھ۔۔سب کا دکھ'' کے نعرے کے تحت رنگ، نسل، مذہب، قومیت، ادارے اور پیشے کے پسماندہ تعصّبات سے بالاتر ہو کر طبقاتی بنیادوں پر منظّم ہونا پڑے گا۔ مزدوروں کو اپنی صنعتوں سے کالی بھیڑوں کا خاتمہ کرنا پڑے گا۔ جہاں ایک طرف اس جدوجہد میں تمام اداروں اور نجی صنعتوں کے مزدوروں کا طبقاتی اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے وہیں محنت کشوں کو جبر کا شکار دیگر پرتوں کے ساتھ ایک تعلق میں آنے کی ضرورت ہے خاص کر طلبہ اور چھوٹے کسان اس جدوجہد میں محنت کش طبقے کے اہم اتحادی ثابت ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے طویل اور گہرے ہوتے ہوئے اس عالمی بحران کے عہد میں محض ٹریڈ یونین ازم اور ''آنے، دو آنے'' کے چارٹر آف ڈیمانڈ کی بنیاد پر مزدور جدجہد کو آگے بڑھانا ناممکن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مزدور تنظیمیں اپنے چارٹر آف ڈیمانڈ اور پروگرام کو وسیع کرتے ہوئے اسے عمومی سماجی اور معاشی مسائل کے ساتھ جوڑیں تاکہ منظّم مزدور طبقے کو محنت کش عوام کی وسیع تر پرتوں کی حمایت مل سکے۔ لیکن یہ سب کرنے کے لئے مزدور تحریک کو سائنسی سوشلزم (مارکسزم) کے نظریات سے جڑنا پڑے گا کیونکہ ان مزدور نظریات کے بغیر سرمایہ دارانہ نظام کی حرکیات اور سرمایہ دار طبقے کی چالوں کو واضح انداز میں سمجھنا ناممکن ہے۔ دشمن کو سمجھے بغیر نہ تو کوئی جنگ کامیابی سے لڑی جا سکتی ہے اور نہ ہی جیتی جا سکتی ہے۔

محنت کش طبقے کی عالمی تاریخ بے شمار سرکشیوں، بغاوتوں اور انقلابی تحریکوں سے بھری پڑی ہے۔ روس میں 1917ء میں برپا ہونے والا عظیم سوشلسٹ مزدور انقلاب اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محنت کش طبقہ سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کر کے ایک غیر طبقاتی سماج تعمیر کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔ آج پھر ایک نئے عہد کا آغاز ہو چکا ہے۔ امریکہ میں چلنے والی ''وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو'' تحریک سے لیکر عرب انقلابات تک، لاطینی امریکہ میں چلنے والی عوامی تحریکوں سے لیکر یورپ کے محنت کش طبقے کی شاندار مزاحمت تک، پچھلے سال ہندوستان میں ہونے والی عام ہڑتال سے لے کر حال ہی میں ہونے والی فرانس کی عام ہڑتال تک، یہ سب اس نئے عہد کی ابتدائی علامات ہیں۔ پاکستان میں چلنے والی واپڈا اور پی آئی اے کے محنت کشوں کی نجکاری کے خلاف شاندار مذاحمتی تحریکیں بھی عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف تیز ہوتی ہوئی اس طبقاتی جنگ کا ایک حصہ ہیں۔ یہ جنگ مستقبل قریب میں دنیا کے ہر سماج میں شدت اختیار کرے گی اور ہمیں اس کی تیاری کرنی ہے۔ آئیں! ہم اس سال 2016ء کے یوم مئی کو اس طبقاتی لڑائی کی تیاریوں میں ایک اہم سنگ میل بنا دیں۔ آئیں! اس سال یوم مئی پر شکاگو کے شہیدوں کے خون سے تجدید وفا کرتے ہوئے سرمایہ داری کی اندھیری رات کو سوشلسٹ سماج کے روشن سویرے میں بدلنے کی قسم کھائیں۔

دُنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

WORKERNAMA

marxist.pk

ماہانہ

ورکرنامہ

ایڈیٹر
راشد خالد

مزدور تحریک اور نوجوانوں میں سوشلزم کی آواز

اداریہ: انکار کا فرمان!

اس وقت پاکستانی سیاست اور صحافت میں سب سے زیادہ سپر ہٹ فلم 'چھوٹو' ہے۔ اس فلم میں چھوٹو کو ولن بناتے بناتے کبھی کبھی ہیرو کے قریب پہنچا دیا جاتا ہے۔ بیگانگی اور تشخص کے بحران کے شکار معاشرے میں نام و نمود اور سستی شہرت کو ہی کامیابی سمجھا جانے لگتا ہے چاہے اس کی کوئی بھی قیمت ہی کیوں نہ چکانی پڑ جائے۔ لکھاری و ہدایتکار سب چھوٹو سے محبت کرتے ہیں مگر ناٹک نفرت کا کر رہے ہیں۔ اصل میں یہ محبت یا نفرت کے نہیں بلکہ ضرورت کے رشتے ہیں۔ میڈیا، حکومت اور اپوزیشن سب مل کر یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ اس وقت ملک کا سب سے بڑا مسئلہ چھوٹو گینگ ہے تاکہ اس کے خاتمے کے ساتھ ہی لاغر اور مفلوج ریاست کی رِٹ کی بحالی اور بیمار و مردار نظام کی ممکنہ صحت یابی پر دوبارہ بھاشن دیئے جا سکیں۔ ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے خوش لباس اور خوش گمان دانشور، صحافی اور سیاستدان یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی کے سلگتے ہوئے مسائل سے کبھی بھی اور کسی بھی طرح توجہ ہٹائی جا سکتی ہے۔ عوام کو بیوقوف اور جاہل سمجھنا ہی آجکل کی دانش و سیاست کا طرہ امتیاز ہے۔ اس کی بڑی وجہ پیلے آسمان کی چمک دمک اور حقیقی زندگی سے ان کی لاتعلقی اور تفاوت ہے۔ یہ سادہ سی حقیقت یہ لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں کہ دن بھر کے بھوکے بچے غباروں سے نہیں کھیلا کرتے۔ ناسور بنتے ہوئے بے مرہم زخم دلاسوں اور امیدوں سے نہیں بہلتے۔ کئی مہینوں کا کرایہ قابلِ ادا ہو اور بال بچوں سمیت سڑک پر آنے کا ڈر ہو تو کھیل تماشے کسے اچھے لگتے ہیں۔ راشن ختم ہو جائے اور دکاندار ادھار بند کر دے تو دھیان بھلا ادھر اُدھر کیسے جائے۔ بیروزگاری کی دلدل میں دھنسے نوجوانوں کو میٹرو بسوں اور اورنج ٹرینوں سے کیا غرض۔ جن کے پاس بچوں کے سکول کی فیسیں نہ ہوں ان کو کوئی کیسے سمجھائے کہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ کیا چھوٹو کے پکڑے یا مارے جانے سے سٹیل مل، KMC، محکمہ تعلیم اور دیگر اداروں کے محنت کشوں کی کئی مہینوں کی تنخواہیں ادا ہو جائیں گی۔ کیا فوجی آپریشنوں کے ذریعے مہنگائی کے جن کو دوبارہ بوتل میں بند کیا جا سکتا ہے۔ آبادی کی اکثریت کے پاس ان تمام سوالات کے جوابات موجود ہیں اور انہیں ان تمام ٹوپی ڈراموں سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ حکمرانوں کے اس سیاسی تھیٹر کے قریب سے بھی اسی طرح لاتعلق گزر جاتے ہیں جیسے زرق برق اور لدی سجی دکانوں کے سامنے سے خالی جیب چپ چاپ سر جھکائے گزر جاتے ہیں۔

جب زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے لیئے ایڑیاں رگڑنے والے لوگ کروڑوں اور اربوں کی کرپشن کے قصے سنتے ہیں تو انکے سامنے سماج کی طبقاتی بُنتر اور بھی عریاں ہو جاتی ہے۔ حکمران طبقات جب لوٹ کے مال پر کتوں کی طرح لڑتے ہوئے ایک دوسرے کے کپڑے اتار رہے ہوتے ہیں تو عوام کو صاف صاف نظر آنا شروع ہو جاتا ہے کہ اس حمام میں تو سب ننگے ہیں۔ پاناما سکینڈل نے ایک دفعہ پھر چہرے نہیں سماج کو بدلنے کی ضرورت کے احساس کو اور گہرا کر دیا ہے۔ اس سکینڈل کے بعد بہت سے ممالک میں عوامی بغاوتوں کا ایک طوفان اُمڈ پڑا ہے۔ بہت سے سربراہانِ حکومت مستعفی ہو رہے ہیں اور مزید بھی ہو سکتے ہیں۔ پاکستان میں اس ایشو پر اپوزیشن کوئی تحریک چلانے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی تھی۔ کیونکہ تمام تر اپوزیشن پارٹیوں کی قیادتوں نے کرپشن کی اس گنگا سے نہ صرف ہاتھ دھوئے ہوئے ہیں بلکہ نہائے ہوئے ہیں۔ عوام کے خوف سے یہ تمام بھیڑیئے ایک دفعہ پھر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔ ''تحریکِ دفاعِ کرپشن'' کے نئے مرحلے میں صوبائی اور وفاقی حکومتیں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ اسمبلیاں پھر مچھلی بازار کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ نواز شریف کو پھر 'تحریکِ دفاعِ کرپشن' کے چیمپین زرداری صاحب کی یاد ستا رہی ہے۔ موصوف بھی دوبارہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کے لیے بیتاب ہیں۔ عمران خان کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور وزیرِاعظم کی لرزتی ہوئی کرسی کی طرف دیکھ کر اس کی رالیں ٹپک رہی ہیں۔ بنیاد پرست قیادتیں بھی دوبارہ ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں کہ اس نان ایشو سے مسلسل گرتی ہوئی مقبولیت کو شاید کوئی سہارا دیا جا سکے۔ حقیقت میں ایم کیو ایم سمیت باقی تمام پارٹیوں میں بھی اندر سے شدید ٹوٹ پھوٹ جاری ہے اور محنت کش طبقے کا خوف اس ٹوٹ پھوٹ کو اور بھی تیز کرتا چلا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ چھوٹو کے پیچھے جو بڑے بڑے مگرمچھ ہیں ان کو اس نظام میں کبھی وہ سزا نہیں دی جا سکتی جس کے وہ مستحق ہیں۔ یہ معمہ بھی اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا کہ دہشت گرد چاہے کوئی مذہبی انتہا پسند ہو، علیحدگی پسند ہو یا پیشہ ور مجرم سب پاک فوج کے سامنے ہی ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں۔ بہرحال عوام بخوبی آگاہ ہیں کہ ملک کے تمام سیاسی گھرانے جن کی اکثریت نوابوں، وڈیروں اور رسہ گیروں پر مشتمل ہے ایک نہیں ہزاروں چھوٹوؤں کی پرورش کرتے ہیں تاکہ اپنی نجی جیلوں اور سیاسی زندانوں میں محبوس رعایا کو اپنا مطیع اور غلام رکھا جا سکے۔ پیپلز پارٹی اور تحریکِ انصاف سمیت تمام سیاسی پارٹیاں اور خود اسٹیبلشمنٹ انہی جلادوں کی سیاسی وفاداریوں کی خرید و فروخت کے ذریعے ہی جمہوریت کو مستحکم کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کسی بھی ہیرو یا ولن کے مرنے سے یہ فلم ختم نہیں ہو گی بلکہ اس کے خاتمے کے لیے اس ذلت آمیز نظام کو ہی نیست و نابود کرنا ہو گا۔ جلد یا بدیر عوامی برداشت اپنی انتہاؤں کو پہنچ کر ایک بغاوت کو جنم دے سکتی ہے۔ اور اب کی بار یہ بغاوت نظام کے خاتمے سے پہلے کہیں رکنے والی نہیں۔

پاکستان: سیاست دانوں کی نورا کشتی اور عوامی شعور

تحریر: آدم پال

ہر آنے والا دن زخموں کو کریدتا ہے۔ اور جاتے جاتے نئے زخم دیتا ہے۔ زندگی کی اذیتیں کم ہونے کا نام نہیں لیتیں۔ ہر روز تکلیفیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ محنت کشوں کی زندگیوں سے خوشیاں روٹھ چکی ہیں جبکہ دوسری جانب حکمران طبقات کے لیے دکھ، تکلیف اور غم کا تصور بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ سماج ایک ایسا دہکتا ہوا جہنم بن چکا ہے جس میں محنت کش عوام کی وسیع اکثریت ایک مسلسل عذاب کا شکار ہے۔ بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ سے لے کر، مہنگائی، لاعلاجی اور ناخواندگی تک ہر مسئلہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے اور یہاں رہنے والے ہر فرد کو ان مسائل کے ناقابل حل ہونے کا احساس زور پکڑتا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ سماج اس کیفیت میں پہنچ چکا ہے جہاں چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی موجودہ نظام میں ناقابل حل ہے۔ اگر اس کو حل کرنے کا کوئی نام نہاد ادھورا اقدام اٹھایا بھی جائے تو وہ پہلے سے زیادہ مسائل کو جنم دیتا ہے۔

اس صورتحال میں یہاں سیاست کی بیہودگی اور غلاظت کا کاروبار جاری ہے۔ مختلف سیاسی پارٹیاں اور ان کی قیادتیں مسلسل لوٹ مار میں سرگرم ہیں اور عوام کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لینا چاہتی ہیں۔ ہر سیاسی پارٹی میں موجود افراد کا مقصد زیادہ سے زیادہ پیسہ کم سے کم وقت میں بنانا ہے۔ اسی کے لیے عہدوں اور وزارتوں کی خرید و فروخت کی جاتی ہے اور اسی کے لیے کبھی ایک اور کبھی دوسرے لیڈر کے تلوے چاٹے جاتے ہیں۔ اسی عمل میں اپنے عوام دشمن اور بدعنوان لیڈر کو دنیا کا معصوم ترین شخص اور عوام کا غمخوار ثابت کرنے کا ناٹک بھی خوب کیا جاتا ہے۔ جس کا واحد مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس پرفارمنس کے بعد لیڈر عوام کے گوشت سے کاٹے کچھ مزید ٹکڑے ان کی جانب اچھال دے گا۔

حال ہی میں پانامہ لیکس کے ایشو پر اس بازار میں کافی شور بلند ہوا ہے۔ نواز شریف کی کرپشن کے کچھ راز افشا ہوئے ہیں۔ ایسا پہلی دفعہ نہیں ہوا۔ نواز شریف اور اس کا پورا خاندان اس ملک میں کرپشن کے ریکارڈ مرتب کر چکا ہے۔ میٹرو بس، اورنج ٹرین سمیت تمام ''ترقیاتی'' کاموں کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود نہیں بلکہ اس میں سے بھاری کمیشن کھانا ہے۔ موٹر وے جیسے بڑے منصوبے کا بھی مقصد یہی ہے کہ بڑے ٹھیکے میں سے بڑا مال ملے گا۔ اسی طرح ایک لمبے عرصے سے برسرِ اقتدار رہنے والے یہ افراد تو اب کروڑوں اور اربوں روپے کی دیہاڑی لگانا اپنا حق سمجھنے لگے ہیں اور اس ملک کے محنت کش عوام کو اپنی رعایا۔ ان کی نجی فیکٹریوں میں محنت کشوں کو اجرتیں نہیں دی جاتیں اور نہ ہی کسی لیبر قانون پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ الٹا اگر کوئی مزدور اپنا حق مانگ لے تو اس کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے۔ اس وقت جتنے بھی نام نہاد ترقیاتی کام کروائے جا رہے ہیں ان میں بھی کام کرنے والے ہزاروں محنت کشوں کو اجرتیں نہیں دی جاتیں اور نہ ہی کوئی بنیادی سہولت مہیا ہے۔ ان خونخوار درندوں کی لوٹ مار کی ایک چھوٹی سی تفصیل سامنے آئی ہے۔ جبکہ حقیقی حجم اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس کرپشن پر سیاست کرنے والے اور اپوزیشن کا ناٹک کرنے والے کون ہیں۔ پیپلز پارٹی کی قیادت کی کرپشن کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ زرداری کو دو دہائیاں قبل ہی ''مسٹر ٹین پرسنٹ'' کا خطاب ملا تھا جس کو مٹانے کی اس نے کبھی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اس نے اپنی پرسنٹیج بڑھائی۔ وفاقی حکومت ہو یا سندھ کی صوبائی حکومت پیپلز پارٹی کے لیڈر بجلی چوری سے لے کر اربوں روپے کی کرپشن میں ملوث ہیں اور دن رات اسی تگ و دو میں ہیں کہ کسی طرح اس لوٹ مار میں دوسری پارٹیوں سے سبقت لے جائیں۔ کراچی میں پانی کے ٹینکروں کی بلیک میں فروخت ہو یا جعلی دوائیاں ہر قسم کی کرپشن میں یہ لوگ سرِ فہرست رہے ہیں۔ کوئی ایسا شعبہ نہیں جہاں انہوں نے عوام کو بخشا ہو بلکہ کم سے کم وقت میں زیادہ لوٹ مار کے نسخے دریافت کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ عمران خان کی پارٹی بھی موقع کی تلاش میں تھی اور اسے خیبر پختونخواہ میں یہ بھرپور انداز میں فراہم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی جماعتِ اسلامی کو بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا نصیب ہوا۔ اس صوبے کے محنت کش عوام کی چمڑی ادھیڑنے اور لوٹ مار کرنے میں انہوں نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تبدیلی تو کیا آتی جو تھوڑی بہت سانسیں عوام کی باقی رہ گئی تھیں وہ بھی گروی رکھنا پڑ گئیں۔ صحت، تعلیم اور دیگر شعبوں کے بجٹ میں کٹوتیاں کی گئیں اور بیروزگاری میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ سکیورٹی کے نام پر اربوں روپوں کی لوٹ مار کی گئی اور منافع خوری کے نظام کو تقویت ملی۔ بلوچستان میں نام نہاد بائیں بازو کے قوم پرست لیڈروں نے ریاستی آشیر باد سے اپنا حصہ بقدر جثہ وصول کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور جی بھر کے لوٹا۔

اس ساری صورتحال میں فوجی جرنیل ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹیاں بنانے میں مصروف ہیں اور غریب کسانوں، یتیموں اور بیواؤں کی زمینوں کو تیزی سے فتح کرتے چلے جا رہے ہیں۔ سابقہ آرمی چیف جنرل کیانی کی لوٹ مار کے کچھ قصے تو منظر پر آئے تھے لیکن بہت سے دیگر جرنیلوں اور حاضر سروس افراد کی لوٹ مار مسلسل چھپائی جاتی ہے۔ پاکستان کی بہادر افواج کا اس وقت ایک اہم ترین مقصد پاکستان کے امیر افراد کے لیے مناسب رہائش فراہم کرنا ہے۔ جس کے لیے وہ دن رات تگ و دو کر رہے ہیں۔ ان امیر ترین افراد میں چونکہ بہت سے جرنیل خود بھی شامل ہیں اس لیے وہ اپنی کاوشوں کے بدلے انہی علاقوں میں پلاٹ بھی لیتے ہیں اور اپنی محنت کا ''صلہ'' بھی۔ غرض اس حکمران طبقے کے تمام افراد محنت کش عوام کو ہر جانب سے نوچ رہے ہیں اور یہ لذت اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی منتقل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جن افراد پر یہ سب قیامت گزر رہی ہے وہ یہاں کے حکمران طبقے کو کیسے دیکھتے ہیں اور کیا وہ ان ظالموں میں سے کسی ایک حصے سے کسی بہتری کی امید رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس کے علاوہ ایک اہم سوال یہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں محنت کشوں کے شعور میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں یا وہ ان سیاسی پارٹیوں کی پرستش اسی طرح کرتے ہیں جیسے دو دہائیاں قبل کرتے تھے۔ اگر ٹی وی پر ہونے والے تبصروں اور اخباروں کے کالم اور تجزیے پڑھیں تو ایسا لگے گا کہ کچھ بھی نہیں بدلا۔ اس میڈیا پر جو سماج دکھایا جاتا ہے وہ حقیقت سے مسلسل دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس تصویر کے مطابق تحریکِ انصاف نواز شریف کی کرپشن کو ثابت کرنا چاہتی ہے تاکہ عوام اس کے کردار کو پہچان سکیں لیکن ان کو قانونی، پارلیمانی اور دیگر پیچیدگیوں کی مشکلات کا سامنا ہے۔ جبکہ نواز شریف اور زرداری کے پاس بھی اپنے دفاع کے لیے کچھ ''دلائل'' ہیں جس کی وجہ سے ابھی تک ان پر کوئی بھی کرپشن ثابت نہیں ہو سکی۔ اسی طرح کراچی میں رینجرز امن لانا چاہتے ہیں لیکن سندھ کی حکومت اس کے رستے میں رکاوٹ ہے۔ اسی طرح ملک دشمن شر پسند عناصر پاکستان میں لوگوں کا سکون تباہ کرنے پر تلے ہیں جس کے خلاف فوج برسرِپیکار ہے۔ اسی قسم کے بھونڈے جھوٹ، مکاری، عیاری اور لوگوں کو بیوقوف سمجھ کر بنائی گئی مصنوعی کہانیاں عوام کے ذہنوں میں انڈیلنے کی مسلسل کوشش کی جاتی ہے۔ تجزیوں کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ ان تمام پارٹیوں کا اپنا اپنا بڑا ووٹ بینک ہے جو کہ کئی دفعہ الیکشنوں میں ثابت ہو چکا ہے اور ان لیڈروں کی بڑی حمایت موجود ہے۔

لیکن زمین پر موجود حقیقتیں نہ صرف بہت مختلف ہیں بلکہ بڑے پیمانے پر تبدیل بھی ہو چکی ہیں۔ اس وقت تمام سیاسی پارٹیاں محنت کش عوام کے سامنے بے نقاب ہو چکی ہیں اور جو حمایت ماضی میں ان پارٹیوں کے پاس تھی وہ آج تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ نواز شریف جسے ضیاء الباطل کے دور میں پروان چڑھایا گیا اور اسے ایک رجعتی معروض میں پنجاب کے درمیانے طبقے بالخصوص تاجروں اور چھوٹے سرمایہ داروں میں مقبولیت ملی آج وہ بنیادیں کھو رہا ہے۔ موجودہ اقتدار ملنے کی وجہ اس کی بہت بڑی حمایت نہیں تھی بلکہ پیپلز پارٹی کے لوٹ مار کے پانچ سالہ دور کے بعد حکمران طبقے اور سامراجی قوتوں کے پاس یہی متبادل تھا۔ پاکستان کی بدعنوانی سے اٹی ہوئی ریاست سے شفاف انتخابات کی توقع رکھنا بیوقوفی ہے۔ اس کے ساتھ کسی تحریک کی عدم موجودگی میں اپنی مرضی کے نتائج مرتب کرنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے ریاستی مشینری انتہائی تربیت یافتہ اور ماہر افراد پر مشتمل ہے۔ گزشتہ انتخابات میں سعودی عرب کے سامراجی دباؤ اور دیگر وجوہات کی بنا پر ان ظالم شریف برادران کو جو اقتدار ملا اسے عوام کی اکثریت کی ووٹوں کی مرہون منت کہنا ایک بہت بڑا دھوکا ہو گا۔ اسی طرح پیپلز پارٹی نے زرداری کی قیادت میں جو لوٹ مار کا بازار گرم کیا اور مہنگائی، لوڈ شیڈنگ اور نجکاری کے جو عذاب عوام پر مسلط کیے اس کے بعد محنت کش طبقے کی اکثریت پر اس قیادت کی حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ بینظیر کی شخصیت میں اس ملک کے مزدوروں اور کسانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت اپنا نجات دہندہ تلاش کرتی تھی اور بہتر مستقبل کی امید رکھتی تھی لیکن زرداری اور بلاول کے لیے کوئی ایسی امید موجود نہیں۔ پیپلز پارٹی کو محنت کشوں کی روایت بھی اسی لیے قرار دیا جاتا تھا کیونکہ دوسری تمام پارٹیوں کے مقابلے میں محنت کش اسے اپنی پارٹی سمجھتے تھے اور اپنے دکھوں کا حل اسی پلیٹ فارم پر آ کر تلاش کرتے تھے۔ قیادت کے مسلسل دھوکوں، غداریوں اور مزدور دشمن اقدامات کے باوجود امید کسی کچے دھاگے سے ہی سہی بندھی ہوئی تھی۔ لیکن آج صورتحال انتہائی مختلف ہے اور محنت کش طبقے کی اس پارٹی کے لیے حمایت میں بڑے پیمانے پر کمی آ چکی ہے۔ بہت سے تجزیہ نگار اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ زرداری کی آٹھ سالہ قیادت کے دوران پیپلز پارٹی میں ایک معیاری تبدیلی آ چکی ہے۔ اگر کوئی شخص ماضی میں ہی رہنا چاہے اور تلخ حقیقتوں سے نظریں چرا کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لے تو اس سے موجودہ صورتحال اس کے خیالات کے مطابق نہیں ہو سکتی۔ پیپلز پارٹی آج وہ نہیں جو آٹھ سال قبل تھی اور نہ ہی بلاول کو بینظیر والی پارٹی منتقل کی جا سکتی ہے۔ اس کو زرداری کی بچی کھچی پارٹی دی جا رہی ہے جس سے اب وہ اتنی وصولی نہیں کر سکتا جتنی اس کے باپ نے کی تھی۔ اس لیے بلاول کے لیے زیادہ قیمتی اس کے بیرون ملک میں اثاثے ہیں جن پر وہ زیادہ اعتماد کر سکتا ہے اور انہیں محفوظ رکھنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ عمران خان کو بھی اس وقت سماج کے کسی بڑے حصے کی حمایت حاصل نہیں۔ صرف میڈیا اور ریاستی پشت پناہی سے اس کی مقبولیت کا بلبلہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جو کسی چھوٹے سے واقعے سے پھر پھٹ جاتا ہے۔ ایم کیو ایم سمیت دیگر تمام رجعتی پارٹیوں کو بھی جو حمایت دو دہائیاں قبل ایک رجعتی اور انقلابی تحریک کی پسپائی کے دور میں ملی تھی اب سرک چکی ہے جو ان میں جاری بڑے ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے واضح ہے۔

اس دوران ریاست اور سامراجی قوتوں نے نئی پارٹیاں بنانے کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ صرف پولیس، فوج اور دہشت گردی سے عوام کو کنٹرول نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے ایسے بکاؤ سیاسی لیڈروں کی بھی اشد ضرورت ہے جن پر عوام کے کسی حصے کا اعتماد بھی ہو۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے نام پر جاری سرکس اور انتخابات کے ناٹک کو بھی عوام کی کھال کھینچنے کے لیے جاری رکھنا ضروری ہے۔ لیکن ابھی تک سیاسی افق پر کوئی بھی ایسی قیادت نہیں جس پر محنت کش عوام کسی چھوٹے سے مسئلے پر بھی اعتماد کرتے ہوں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تمام پارٹیاں جن میں نام نہاد بائیں بازو سے لے کر انتہائی دائیں بازو تک کہ اسلامی بنیاد پرست شامل ہیں وہ سب اس نظام کی مکمل اطاعت قبول کر چکے ہیں۔ وہ نظام جو خود ترقی یافتہ ممالک میں ٹوٹ رہا ہے اور اس کیخلاف تحریکیں ابھر رہی ہیں اس نظام کو یہاں پسماندہ ملک میں کیسے بچایا جا سکتا ہے یا اس کے اداروں پر عوام کا اعتماد کیسے بحال رکھا جا سکتا ہے۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی بیروزگاری اور گرتے ہوئے معیارِ زندگی میں آئین کی پاسداری، شفاف انتخابات اور کرپشن کے خاتمے جیسے نعروں کا بھوکے پیٹ اور گرمی میں بغیر بجلی کے بیٹھے لوگ صرف تمسخر ہی اڑا سکتے ہیں۔ لیکن غربت سے بدحال لوگ صرف اس سب کو قسمت کا لکھا سمجھ کر خاموش نہیں بلکہ ہر جانب کسی نہ کسی شکل میں مزاحمت اور نفرت کا اظہار بھی نظر آتا ہے۔ پی آئی اے کی حالیہ شاندار ہڑتال اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جن محنت کشوں کو مزدوروں کی صف سے ہی نکال دیا گیا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ وہ کبھی مزاحمت نہیں کر سکتے انہوں نے اس ملک کی مزدور تحریک کی تاریخ کا ایک سنہرا باب رقم کیا۔ آٹھ دن تک پورے ملک سے پی آئی اے کی کوئی پرواز فضا میں بلند نہیں ہو سکی جو یہاں پہلے کبھی نہیں ہوا اور اس طرح حکمرانوں کو باور کرایا (بقیہ 6، صفحہ 10)

نوجوان مستقبل ہیں!

تحریر: زین العابدین

کہنے کو تو نوجوان پاکستان کی کل آبادی کے قریباً ساٹھ فیصد پر مشتمل ہیں مگر ان نوجوانوں، جن میں طالبعلم اور محنت مزدوری کرنے والے نوجوان دونوں شامل ہیں؛ کے عمومی حالات کیا ہیں؟ یہ کیا سوچتے ہیں؟ کیوں سوچتے ہیں؟ یہ نوجوان کن مسائل کا شکار ہیں؟ اس پر بہت کم بات سننے اور دیکھنے کو ملتی ہے۔ طرح طرح کی خبریں روزانہ اخبارات اور میڈیا چینلوں کی زینت بنتی ہیں۔ کبھی سیاستدانوں کی کرپشن کا شور ہوتا ہے تو کبھی نئی سیاسی پارٹیاں بننے کی خبریں آتی ہیں۔ کبھی اس ملک کے حکمرانوں کی جانب سے ایک رات میں اس ملک کے مسائل ختم کر دینے کی نوید سنائی جاتی ہے تو کبھی ان سیاسی مداریوں کی جانب سے ایسی ایسی نورا کشتیاں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ عام انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ یہ اس ملک کے حکمران ہیں۔ اسی طرح ہر گزرتے دن کے ساتھ فوجی اشرافیہ کی جانب سے دہشتگردی کے مکمل خاتمے، دہشتگردوں کی کمر توڑ دینے اور ملکی دفاع ناقابلِ تسخیر بنانے کے دعوے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کبھی پاک بھارت کرکٹ میچ کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسے اگر بھارت ہار گیا تو اس ملک کے تمام مسائل ختم ہو جائیں گے تو ساتھ ہی کرکٹ میں بھی سیاست اور کرپشن کی خبریں آتی ہیں۔ مگر جس پر شاید ہی کبھی کوئی بات سننے کو ملتی ہے وہ اس آبادی کا وہ کثیر حصہ ہے جو ان تماشوں کو دیکھ رہا ہے، سمجھ بھی رہا ہے اور اس سب سے شدید بیزار بھی نظر آتا ہے اور وہ اس ملک کے نوجوان ہیں جو سماج میں موجود مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس ملک کی آبادی کا نصف سے زائد حصہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہا ہو تو ایسے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ان نوجوانوں کی اکثریت کس طبقے سے تعلق رکھتی ہوگی۔ سماج میں موجود ان گنت مسائل ان نوجوانوں پر بھی براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ دن بدن بڑھتی مہنگائی، فیسوں میں اضافہ، سیاسی و معاشی بحران، اخلاقی گراوٹ اور ایسے بے شمار مسائل ان نوجوانوں کی زندگیوں کو تلخ کرتے جا رہے ہیں۔

اس سے پہلے کہ بات کو آگے بڑھایا جائے ایک بات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے کہ ہم کس عہد میں زندہ ہیں اور اس عہد کا کردار کیا ہے؟ آج عالمی سطح پر ہنگامہ خیز تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ ایسے ایسے واقعات دیکھنے کو مل رہے ہیں جن کا تصور بھی چند سال پہلے محال تھا۔ عالمی سیاسی و معاشی منظر نامہ ہر گزرتے دن کے ساتھ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ امریکہ پر نظر دوڑائیں تو امریکی سیاست ایک نیا رخ لیتی دکھائی دیتی ہے جس کا اظہار امریکی صدارتی انتخابات کے لئے نامزدگیوں کے چناؤ میں نظر آتا ہے۔ سوشلزم کا لفظ جو امریکی سماج میں گالی سمجھا جاتا تھا آج سب سے زیادہ بحثوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ یورپ پر نظر ڈالیں تو یورپی یونین تباہی کے دہانے پر کھڑا نظر آتا ہے۔ دنوں میں نئی سیاسی پارٹیاں بن اور ٹوٹ رہی ہیں۔ برطانیہ میں کٹوتیوں کے خلاف مزاحمت نظر آتی ہے تو فرانس میں عام ہڑتال ہو رہی ہے۔ یونان میں ہر گزرتے دن کے ساتھ کٹوتیوں کی وجہ سے عام لوگوں کی زندگی مہنگائی، غربت اور بیروزگاری سے بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہی حال یورپ کے باقی ملکوں کا ہے۔ مشرق وسطیٰ جنگ کے شعلوں میں لپٹا نظر آتا ہے۔ افریقہ اور ایشیاء میں غربت، افلاس، بھوک، ننگ اپنی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ اور یہ سب بے وجہ نہیں ہے۔ یہ اس زر کے نظام کا بحران ہے جو کہ عالمی ہے۔ اور پاکستان سمیت دنیا کا ہر ملک اس بحران کا شکار نظر آتا ہے اور کیوں نہ ہوں آخر یہ سب ایک کل کا حصہ ہیں۔ عالمی سطح پر بھی اس بحران کا سب سے زیادہ شکار نوجوان اور محنت کش ہی ہیں۔ آج پاکستان میں نوجوانوں کو مہنگی تعلیم، روز بروز بڑھتی ہوئی فیسیں، بے روزگاری جیسے خوفناک مسائل کا سامنا ہے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ تعلیم حاصل کرنا ایک خواب بنتا جا رہا ہے۔ تعلیم جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے آج ایک عیاشی بن کر رہ گئی ہے جو چند لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ تعلیم کا کاروبار آج سب سے زیادہ منافع بخش کاروبار بن چکا ہے جو کہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ جس طرح برسات کے موسم میں کھمبیاں اگتی ہیں ٹھیک اسی طرح نجی تعلیمی ادارے اگ رہے ہیں۔ تعلیمی بجٹ جو پہلے ہی آٹے میں نمک کے برابر ہے اس کو بھی کم کیا جا رہا ہے اور سرکاری تعلیمی ادارے کوڑیوں کے بھاؤ بیچے جا رہے ہیں۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ تعلیمی اداروں کی لوٹ سیل کا عمل زور و شور سے جاری ہے۔ تعلیم بیچی جاتی ہے اور بس وہ ہی خرید سکتا ہے جس کی جیب میں پیسے ہوں۔ یونیورسٹیوں کالجوں میں پڑھنے والے نوجوانوں کی اکثریت کا تعلق درمیانے طبقے اور نچلے درمیانے طبقے سے ہے کیونکہ مہنگی تعلیم اور معاشی بوجھ آبادی کی وسیع اکثریت سے تعلیم حاصل کرنے کا حق چھین لیتا ہے۔ اور جس رفتار سے تعلیم مہنگی ہو رہی ہے اب تو درمیانے طبقے کی لئے بھی تعلیم کا حصول مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ مگر نوجوانوں کے اس معاشی استحصال کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے مسائل ہیں جو بظاہر نظر نہیں آتے۔ ان تعلیمی اداروں میں طالبعلموں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ ایک الگ داستان ہے۔ ایک دوڑ کا سماں نظر آتا ہے مگر کس لئے دوڑ رہے ہیں یہ معلوم نہیں۔ طرح طرح کے ٹیسٹوں کے نام پر طلبہ کو مسلسل ایک دباؤ میں رکھا جاتا ہے۔ اور جن اداروں میں سمسٹر سسٹم رائج ہے وہاں یہ ظلم مزید بڑھ جاتا ہے۔ جہاں سال میں دو بار فیس ادا کرنا پڑتی ہے تو وہیں تھوک کے حساب سے ملنے والی اسائنمنٹس اور پروجیکٹس ایک طرف تو معاشی بوجھ بڑھاتی ہیں تو دوسری طرف طلبہ کو مسلسل دباؤ میں رکھتی ہیں۔ اور ان نام نہاد اسائنمنٹس کا مقصد سوائے سٹوڈنٹس کو ذہنی اذیت دینے کے اور کچھ نظر نہیں ہوتا۔ اس سے بھی بڑھ کر جو سب سے بڑا ظلم دیکھنے کو ملتا ہے وہ پروفیشنل ازم کے نام پر خوب زور و شور سے مسلط کی جانے والی گھٹیا مقابلے بازی کی نفسیات ہے۔ ایک ساتھ بیٹھنے اور پڑھنے والوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفرت اور حسد کی آگ جل رہی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ جس قسم کی اخلاقیات مسلط کی جاتی ہے وہ ان تضادات کو مزید بڑھا دیتی ہے۔ یہ مقابلے بازی جہاں حد درجہ کیریرازم کو بڑھاوا دیتی ہے وہیں ساتھ ہی ساتھ مذہبیت کو بھی پروان چڑھاتی ہے اور یہ دونوں اسی نظام کے پروردہ ہیں۔ مگر بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ یہ نوجوان جیسے تیسے ڈگریاں لے کر نکلتے ہیں تو ان کو بے روزگاری کی دلدل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے سارے خواب ہوا ہو جاتے ہیں اور سب سپنے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بے روزگاری کینسر کی طرح سماج کی رگوں میں پھیل چکی ہے اور ان نوجوانوں کو چاٹ کھا رہی ہے۔ ان نوجوانوں کے جذبات، احساسات اور نفسیات کو مجروح کر رہی ہے۔ جہاں انفرادی بقا ناممکن ہوتی جا رہی ہو وہاں گھر کا بوجھ جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے۔ اول تو نوکریاں دستیاب ہی نہیں اور جہاں ہوں تو وہاں انٹری ٹیسٹ پاس کیے بغیر نوکری نہیں ملتی۔ ان ٹیسٹوں سے بے روزگاری کو جواز فراہم کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بے روزگاروں کا انٹری ٹیسٹ فیس کے نام پر معاشی استحصال بھی کیا جاتا ہے۔ بے روزگاری کا یہ عفریت ایک طرف انفرادی بقا کو بڑھاوا دے کر نوجوانوں کو بیگانہ کر رہا ہے تو دوسری طرف یہ دہشت گردوں اور منشیات کا دھندہ کرنے والوں کے لئے خام مال بھی ہے۔ مایوسی اور ناامیدی کا شکار ہو کر یہ نوجوان منشیات اور جرائم کی جہنم میں اتر جاتے ہیں اور کچھ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خودکشیوں کے یہ واقعات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ترقی یافتہ ممالک بالخصوص یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ جانے کی آرزومند نظر آتی ہے اس امید کے ساتھ کہ شاید وہاں جا کر اپنا مستقبل محفوظ بنا سکیں۔ اور ان میں سے کچھ اس مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ فریب بھی جلد ہی اپنی حقیقت آشکار کر دیتا ہے کہ وہاں بھی حالات کچھ مختلف نہیں۔ جس کا اظہار ان ممالک میں آئے روز ہونے والے مظاہروں میں مقامی نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد میں کی شرکت سے ہوتا ہے۔

اس سب پر ملک میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کو بنیاد بنا کر تعلیمی اداروں میں کئے جانے والے نام نہاد سکیورٹی اقدامات ہیں جو اس جبر میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ خاص طور پر آرمی پبلک سکول پشاور کے اندوہناک واقعے کے بعد تو تعلیمی ادارے فوجی بیرکوں کا منظر پیش کرنے لگے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں جگہ جگہ چیک پوسٹیں، بیریرز اور خاردار تاریں عام دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان انتظامات کا بظاہر مقصد تو تعلیمی اداروں کو دہشت گردوں سے محفوظ بنانا ہے مگر درحقیقت اس کا مقصد طلبہ کی طرف سے ہونے والی ممکنہ مزاحمت کو روکنا ہے کیونکہ ان حکمرانوں کے پاس طلبہ کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ کئی اداروں میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک ہاسٹل کے طالبعلم کا دوسرے ہاسٹل میں داخلہ ممنوع ہے۔ دہشت گرد جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں مگر ایک ادارے کے طالبعلم کا دوسرے ادارے میں جانا منع ہے۔ ظاہر ہے اس کا مقصد ان نوجوانوں کو ایک دوسرے سے کاٹ کر اور تقسیم کر کے رکھنا ہے کہ کہیں یہ اکٹھے ہو کر ان حکمرانوں کے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔ مگر یہ ان حکمرانوں کی بھول ہے کہ ان اونچی اونچی دیواروں، خاردار تاروں اور مسلح جتھوں سے ان نوجوانوں میں پلنے والی نفرت اور بغاوت کو اظہار سے روک لیں گے۔ پچھلے عرصہ میں ایسے بہت سے واقعات اور چھوٹی بڑی تحریکیں پاکستان کے قریباً تمام بڑے تعلیمی اداروں میں دیکھنے کو ملی ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی ہو یا جامعہ کراچی، پشاور یونیورسٹی ہو یا قائداعظم یونیورسٹی ہر جگہ اس جبر کے خلاف طلبہ اپنی نفرت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ پچھلے ایک سال کے عرصہ میں پنجاب یونیورسٹی میں متعدد بار ہمیں طلبہ جمعیت کی غنڈہ گردی کا جواب دیتے نظر آتے ہیں اور ان غنڈہ گردوں کو یونیورسٹی سے بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کراچی یونیورسٹی میں مذہبی غنڈوں نے طالبات کو کرکٹ کھیلنے پر تشدد کا نشانہ بنایا جس کے خلاف پوری یونیورسٹی میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور جواباً یونیورسٹی کی طالبات نے سرعام اکٹھے ہو کر احتجاجی کرکٹ کھیلی اور جمعیت کو اس عمل کو برداشت کرنا پڑا۔ اسی طرح پشاور یونیورسٹی میں بھی فیسوں میں اضافے کے خلاف تحریک دیکھنے کو ملتی ہے۔ قائداعظم یونیورسٹی میں فیسوں میں دن بدن بڑھتے ہوئے اضافے اور وائس چانسلر کے طلبہ کے بارے توہین آمیز بیان کے بعد طالب علموں کی جانب سے شدید ردعمل دیکھنے کو ملا جس کے بعد مزید احتجاج کے ڈر سے یونیورسٹی کو بند کر دیا گیا۔ اسی طرح گومل یونیورسٹی میں فیسوں میں اضافے اور ہاسٹلوں میں ناکافی سہولیات کی وجہ سے انتظامیہ کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔ جس کے بعد یونیورسٹی بند کر دی جاتی ہے۔ یہ واقعات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ جو نوجوانوں کے عمومی حالات اور ان کے شعور میں ہونے والی تیز تبدیلیوں کی غمازی کرتے ہیں۔

ایسے میں جس چیز کی زیادہ شدت سے کمی محسوس کی جا رہی ہے وہ ایسے پلیٹ فارمز کی عدم موجودگی ہے جہاں سے طلبہ اپنے مسائل کے حل کی آواز بلند کر سکیں اور اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر سکیں۔ اس بات میں دو رائے نہیں کہ اگر ایسے پلیٹ فارمز موجود ہوتے تو آج حالات یکسر مختلف ہوتے۔ آج طلبہ عمومی سیاست سے لاتعلقی اور بیزاری کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں اور یہ ان کے بلند شعور کی بھی غمازی کرتا ہے۔ سٹوڈنٹس یونین ہی وہ ادارہ ہوتا ہے جہاں سے طلبہ اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے اور جدوجہد کرتے ہیں مگر پاکستان میں 1984ء سے طلبہ یونین پر پابندی ہے اور یہ پابندی ضیا آمریت کے دوران سوچے سمجھے منصوبے کے تحت لگائی گئی تا کہ طلبہ کی تحریکوں کو روکا جا سکے اور اس کے بعد رجعتی طلبہ تنظیموں کو ریاستی سرپرستی میں تعلیمی اداروں پر مسلط کر دیا گیا۔ جس میں اسلامی جمعیت طلبہ اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن قابل ذکر ہیں۔ نظریات سے عاری ان تنظیموں کا مقصد تعلیمی اداروں میں خوف و ہراس پھیلانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ تعلیمی اداروں میں اسلحہ کلچر کا فروغ، منشیات کا استعمال اور حتیٰ کہ ڈاکے اور چوریاں تک ان کا معمول تھا۔ اس عمل نے ماضی میں ہونے والی طلبہ سیاست کے کردار کو یکسر مسخ کر دیا اور طلبہ سیاست کے مثبت پہلوؤں کو مجروح کرتے ہوئے سیاست کو محض غنڈہ گردی اور آوارہ گردی بنا دیا گیا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت طلبہ کو سیاست سے متنفر کیا گیا، اور پھر سیاست طلبہ کے لئے ایک شجر ممنوعہ بنا دی گئی۔ آج کسی طالب علم سے طلبہ سیاست پر بات کی جائے تو وہ اس کو غنڈہ گردی اور نفرت ہی سمجھتا ہے۔ مگر طلبہ مسائل کا حل ابھی بھی سٹوڈنٹس یونین کی بحالی کی جدوجہد کے ساتھ منسلک ہے۔ یہی وہ ادارے ہیں جن میں منظم ہو کر وہ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر سکتے ہیں جو کہ ان کا جمہوری حق بھی ہے۔ جس طرح ہندوستان کے طلبہ حال ہی میں ایک شاندار جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے طلبہ کی تحریک اپنے اندر پاکستان کے طلبہ کے لئے بہت سے اسباق رکھتی ہے۔ ایک طویل عرصہ سے طلبہ سیاست (بقیہ 7، صفحہ 10)

سرمایہ داری کی وحشت

تحریر: مجی پاشا

جب سرمایہ داری کا ظہور ہوا تو اس وقت سرمایہ داری نے ایک ترقی پسندانہ کردار ادا کیا۔ اس نے جاگیرداری کا خاتمہ کیا، مذہب کو ریاست سے علیحدہ کیا، بڑے پیمانے پر روزگار پیدا کیا اور انفراسٹرکچر تعمیر کیا۔ لیکن آج سرمایہ داری سماج کی ترقی میں رکاوٹ بن چکی ہے۔ زر کے نظام سے پیدا ہونے والی مقابلہ بازی اور اندھی ہوس کی وجہ سے نہ صرف انسان، جانور، نباتات بلکہ اس سیارے کو بھی خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ اس بات کی نشاندہی برطانوی سائنسدان پروفیسر سٹیفن ہاکنگ نے کی ہے۔ سٹیفن ہاکنگ کے مطابق ''انسانیت کو انسان کی اپنی تخلیقات کی وجہ سے خطرات کا سامنا ہے۔'' ہم اگر اس کو مزید واضح کریں تو اس بیان میں یہ اضافہ کریں گے کہ اس نظامِ زر کے تحت۔ جن خطرات کی انہوں نے نشاندہی کی ہے ان میں ایٹمی جنگ، ماحولیاتی تپش اور جینیاتی طور پر تخلیق کردہ وائرس شامل ہیں۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں مزید ترقی سے ایسے نئے طریقے ایجاد ہوں گے جن سے چیزیں غلط سمت میں جا سکتی ہیں۔ انسانیت اس صورت میں زندہ رہے گی اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ بالآخر دیگر سیاروں پر نوآبادیاں قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیگی۔

آج سرمایہ داری اپنے الٹ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ وہ ترقی پسندانہ کردار جو اس نے اپنے آغاز میں ادا کیا تھا آج بالکل اس کے برعکس ہے۔ آج سرمایہ دار کو صرف منافع اور شرح منافع کی فکر ہے اس کے لیے اسے جاگیرداروں یا مذہبی بنیاد پرستوں کو ہی کیوں نہ استعمال کرنا پڑے۔ مستقبل میں بھی سرمایہ داری کا توازن بحال ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ آپ اس وقت سرمایہ داری کے کسی بھی سنجیدہ جریدے کو اٹھا کر دیکھ لیں وہ فنانشل ٹائمز ہو، اکانومسٹ ہو یا وال سٹریٹ جرنل سب کے سب یہی پکار رہے ہیں۔ ''ریکوری نہیں ہو رہی''، ''شدید مندی ہے''، ''عالمی معیشت میں استحکام اگلے دس سال تک بھی ممکن نہیں'' وغیرہ وغیرہ۔ پہلے ادارے دیوالیہ ہوئے پھر ریاستیں دیوالیہ ہونے لگیں۔ سینکڑوں سال پرانی دشمنیاں دوستیوں اور دوستیاں دشمنیوں میں تبدیل ہوئیں۔ جن ممالک پر معاشی پابندیاں لگی ہوئی تھی ان کو ختم کیا جا رہا ہے اور جن پر پابندیاں نہیں تھیں ان پر لگائیں جا رہی ہیں۔ گویا ہر شے اپنے الٹ میں تبدیل ہو رہی ہے۔ برطانیہ جیسا ملک یورپی یونین سے نکلنے کے لیے ریفرنڈم کروانے کی طرف جا رہا ہے۔ ساری دنیا میں ایک بے یقینی پائی جا رہی ہے۔ سرمایہ داری کی اس وحشت نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔ آج صرف نیسلے کی کمپنی 7 ارب انسانوں کو خوراک مہیا کر سکتی ہے لیکن پھر بھی ہزاروں لوگ بھوک اور غذائی قلت کی وجہ سے روزانہ کی بنیاد پر موت کی نذر ہو جاتے ہیں۔ آج میڈیکل سٹورز ادویات سے بھرے پڑے ہیں لیکن لوگ قابلِ علاج بیماریوں کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ ملیریا، طاعون اور چیچک جیسی بیماریاں بہت عرصہ قبل ختم ہو چکی تھیں جو آج پھر بہت سے بچوں کی موت کا سبب بن رہی ہیں۔ سرمایہ داری انسان دشمن نظام بن چکا ہے جسکی عکاسی زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کے گلوبل ہیلتھ آبزرویشن کے مطابق 2015ء میں 5.9 ملین بچوں کی اموات ہوئیں جس کا مطلب ہے 16000 بچوں کی اموات روزانہ کی بنیاد پر۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ 1990-2000ء تک پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات 1.8 فیصد تھی جبکہ 2000-15ء کے درمیان پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات 3.9 فیصد ہے۔ جسکا مطلب ہے پچھلے پندرہ سال میں بچوں کی اموات میں دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ یونائٹڈ نیشن پاپولیشن فنڈ (UNPF) کے مطابق آج بھی ہر روز 800 خواتین دورانِ زچگی زندگی کی بازی ہار جاتی ہیں جس کا مطلب ہے ہر دو منٹ بعد ایک خاتون کی دورانِ زچگی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ 800 میں سے 20-30 کیسز ایسے ہوتے ہیں جن میں گھمبیر طبی مسائل ہوتے ہیں مگر باقی خواتین کی زندگیاں بچانا ممکن ہوتا ہے مگر اس کے باوجود ایسا نہیں ہو پاتا۔ ورلڈ فوڈ پروگرام (WFP) کے مطابق دنیا میں 795 ملین لوگوں کو ایک صحت مند زندگی گزارنے کے لیے ضرورت کے مطابق خوراک میسر نہیں ہے جس کا مطلب ہے دنیا میں ہر نواں انسان خوراک کی کمی کا شکار ہے۔ پانچ سال سے کم عمر بچوں میں 45 فیصد بچے خوراک کی کمی کی وجہ سے جاں بحق ہوتے ہیں جس کا مطلب ہے سالانہ 3.1 ملین بچے۔ ترقی پذیر ممالک میں ہر 6 میں سے ایک بچہ یعنی تقریباً 100 ملین بچے وزن کی کمی کا شکار ہیں۔ ہر 4 میں سے ایک بچہ خوراک کی کمی کی وجہ سے چھوٹے قد کی بیماری میں مبتلا ہے۔ دنیا میں تقریباً 3 بلین لوگ یعنی دنیا کی آدھی آبادی 2.50 ڈالر یومیہ پر زندگی گزار رہی ہے جبکہ 1.3 بلین لوگ 1.25 ڈالر یومیہ پر زندگی گزار رہے ہیں اور ورلڈ بنک کے نزدیک یہ لوگ خطِ غربت سے نیچے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر آپ یومیہ 1.30 ڈالر خرچ کرتے ہیں تو خطِ غربت سے اوپر چلے جاتے ہیں اور اگر 2.60 ڈالر یومیہ خرچ کرتے ہیں تو آپ غربت کے دائرے سے ہی باہر ہو جاتے ہیں۔ اب آپ باآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ورلڈ بنک کا امیر اور غریب میں فرق کرنے کا کیا پیمانہ ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت دنیا کے 1 فیصد لوگوں کے پاس دنیا کے 99 فیصد لوگوں کی مجموعی دولت سے زیادہ دولت ہے۔ اس وقت دنیا کا ایسا کوئی خطہ نہیں جہاں دہشت گردی کا خطرہ نہ ہو۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ خود دہشت گردی ہے۔ اس وقت افغانستان، عراق، شام، اور یمن میں جنگوں کی وجہ سے لاکھوں بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں۔ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی بے شمار پراکسی جنگیں اس کے علاوہ ہیں۔ سرمایہ دارانہ جمہوریت ایک طبقے کی حکمرانی کرنے کی اجارہ داری کا نام ہے۔ اس جمہوریت میں کتنی آزادیٔ اظہارِ رائے ہے اس کا اندازہ ''جولیا اسانج'' سے ہو جاتا ہے جو اپنی جان بچانے کے لیے پچھے تین سال سے ''ایکواڈور'' کے سفارت خانے میں پناہ گزین ہے۔ لینن نے سرمایہ دارانہ جمہوریت کی کیا خوب تعریف کی تھی کہ سرمایہ داری میں آزادی کا مفہوم بالکل ویسا ہوتا ہے جیسا قدیم یونان میں تھا یعنی غلاموں کے مالکان کے لئے آزادی۔ آج ہمیں اگر ایک طرف سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی نظر آتی ہے تو دوسری طرف عالمی جنگوں سے کروڑوں معصوم لوگوں کا قتل عام بھی نظر آتا ہے۔ جہاں ایک طرف پیداوار کی بہتات نظر آتی ہے تو دوسری طرف قلت اور محرومی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی نظر آتا ہے۔ ایک طرف عیش و عشرت کا سامان نظر آتا ہے تو دوسری طرف دکھ، تکالیف اور اذیتیں بھی نظر آتی ہیں۔ آج سرمایہ داری نے انسانیت کو اس دہانے پر لا کھڑا کیا جہاں ایک طرف سوشلزم ہے اور دوسری طرف بربریت۔ انسان لاکھوں سالوں کی محنت سے آج جس مقام پر کھڑا ہے اس کا مستقبل بربریت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سوشلسٹ نظامِ معیشت ہی انسان کو ماضی کی تمام غلامیوں، محرومیوں اور تکلیفوں سے نجات دلائے گا۔

بقیہ کوئٹہ ینگ ڈاکٹرز 1

جس کے نتیجے میں بہت سے ڈاکٹر زخمی ہوئے۔اس واقعے کے بعد بلوچستان کے ینگ ڈاکٹرز نے صوبے بھر کے ہسپتالوں میں آؤٹ ڈور بند کر دیے۔اگلے روز ینگ ڈاکٹرز نے پولیس اور ضلعی انتظامیہ کے خلاف سول ہسپتال سے کوئٹہ پریس کلب تک دوبارہ ریلی نکالی۔انھوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت اور ڈاکٹروں کے مابین کسی قسم کے مذاکرات سے قبل پولیس اور ضلعی انتظامیہ کے ذمہ داران کو معطل کیا جائے۔ بلوچستان کے ینگ ڈاکٹرز کے ساتھ اظہار یکجہتی میں ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن پنجاب نے اس ظلم کے خلاف صوبے بھر کے تمام ہسپتالوں میں آؤٹ ڈورز کو بند کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ بلوچستان کے ینگ ڈاکٹرز کے تمام مطالبات فوری طور مانے جائیں۔خیبر پختونخواہ کے ینگ ڈاکٹر پہلے ہی صوبائی حکومت کی انتقامی کاروائیوں کے خلاف کئی مہینوں سے احتجاج کر رہے ہیں۔ اس دوران انھوں نے اپنے مطالبات کے حق میں کئی بار ہڑتال کی ہے۔اسی اثنا میں سندھ حکومت بھی بڑے پیمانے پر سرکاری ہسپتالوں کی نجکاری کر رہی ہے جس کے خلاف ہیلتھ ورکرز نے احتجاج کیا جو کہ کئی ماہ جاری رہے۔یہ جدوجہد ظاہر کرتی ہے کہ حکمران طبقے کا پاکستان کی عام عوام کے لئے بنیادی صحت کی سہولتوں کی طرف کیا رویہ ہے۔ یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ ان صوبوں میں مختلف سیاسی جماعتیں حکومت کر رہی ہیں مگر صحت اور دوسری بنیادی سہولتوں کی طرف ان کی پالیسی ایک جیسی ہے۔سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی حکومت میں ہے جبکہ خیبر پختونخواہ میں دائیں بازو کی جماعت پاکستان تحریک انصاف اسلامی بنیاد پرست پارٹی جماعت اسلامی کے ساتھ مخلوط حکومت میں ہے۔ پنجاب میں وزیراعظم پاکستان نواز شریف کی جماعت پاکستان مسلم لیگ(ن) حکومت کر رہی ہے۔ بلوچستان میں پاکستان مسلم لیگ(ن) نام نہاد بائیں بازو کی قوم پرست جماعت ''نیشنل پارٹی'' کے ساتھ اتحاد میں ہے۔ وفاقی حکومت سمیت یہ تمام حکومتیں صحت کے بجٹ میں کمی کے ساتھ ساتھ جارحانہ انداز میں پرائیویٹائزیشن اور ڈاؤن سائزنگ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ینگ ڈاکٹرز، نرسوں اور پیرامیڈیکس نے ان پالیسیوں کے خلاف ملک بھر میں احتجاج اور ہڑتالیں کی ہیں اور ان کی جدوجہد ابھی بھی جاری ہے۔ ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن پنجاب کا بلوچستان کے ڈاکٹروں کے ساتھ اظہار یکجہتی اس جدوجہد میں ایک بڑا قدم ہے۔ عالمی مارکسی رجحان پاکستان کے کامریڈ نہ صرف کوئٹہ بلکہ لاہور میں بھی ان تحریکوں میں مداخلت کر رہے ہیں اور اس تحریک کو دوسرے شعبوں کے مزدوروں کی تحریکوں کے ساتھ جوڑنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے، پرائیویٹائزیشن کے خلاف جدوجہد کرنے والے دوسرے اداروں مثلاً واپڈا، ریلوے، پی آئی اے، سٹیل مل، سوئی گیس وغیرہ کے محنت کش ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوں اور ملک بھر میں ان سفاکانہ پالیسیوں اور ظالم ریاستی مشینری کے خلاف تحریک شروع کریں۔

بقیہ فرانس 2

خلاف جدوجہد میں، ''نائٹ سٹینڈ اپ'' تیزی سے عوامی کردار حاصل کر چکی ہے۔ اس تحریک کا بنیادی کردار وہی ہے جو 2011ء کی تحریکوں کا تھا۔اس کا زیادہ تر انحصار، گو مکمل طور پر نہیں، نوجوانوں پر ہے جو سرمایہ داری کے بحران اور کٹوتیوں کی پالیسیوں کے باعث انقلاب کی جانب راغب ہو رہے ہیں۔پیرس میں، ہر شام، ریپبلک اسکوائر، ایک جلسہ گاہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے جس سے اس نظام کے خلاف نفرت کا اظہار ہوتا ہے جس میں صرف ایک فیصد لوگ ہی مستفید ہوتے ہیں۔''نائٹ سٹینڈ اپ''اس تمام سیاسی نظام اور اس کی تمام روایتی پارٹیوں کو بھی رد کرتی ہے جس میں حکمران سوشلسٹ پارٹی بھی شامل ہے۔بورژوا''جمہوریت'' کے منہ پر طمانچہ ہے۔میڈیا کے''ماہرین'' اور ''مبصرین'' کے لیے یہ تحریک حیران کن تھی، جنہوں نے گزشتہ انتخابات میں نوجوانوں کی عدم دلچسپی کو ان کی سیاسی بے حسی قرار دیا بلکہ ''انفرادیت پسندی''۔جو لوگ ان جلسوں سے خطاب کرتے ہیں ان کی اکثریت کا کسی بھی سیاسی پارٹی میں کام کا تجربہ نہیں ہوتا۔لیکن ان میں سے اکثر ناانصافیوں کے خلاف لڑنے والی مختلف تحریکوں یا تنظیموں سے وابستہ ہیں۔وہ اپنے تجربات ایک دوسرے سے بانٹتے ہیں، مشکلات بیان کرتے ہیں اور دوسروں سے شامل ہونے کی اپیل کرتے ہیں۔نئے مزدور دشمن قوانین کا خاتمہ ایک مطالبہ ہے لیکن یہ تحریک عمومی طور پر پورے نظام کے خلاف ہے۔اس تحریک کے انقلابی مضمرات واضح ہیں۔نوجوانوں کا متحرک ہونا اس بات کا عندیہ ہے کہ فرانس میں بڑے سیاسی اور سماجی واقعات کے لیے زمین تیار ہو رہی ہے۔گو کہ''نائٹ سٹینڈ اپ'' تحریک کا خود رو کردار ہے لیکن 31 مارچ کی رات ہونے والے اجتماع کے لیے کارکنان اور دانشوروں نے کئی ہفتوں تک سخت تیاری کی تھی۔انہوں نے دو درست نکات بنائے تھے۔1۔ مسئلہ صرف مزدور دشمن قانون کا نہیں، بلکہ ان کی ''دنیا'' کا ہے، یعنی سماجی معاشی نظام جس کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔2۔ قانون کے خلاف لڑائی لازمی ہے، لیکن حکومت صرف ایک دن کے احتجاج سے نہیں مانے گی اور اس کے لیے ایک تسلسل درکار ہو گا۔یونیورسٹی کے لیکچرر فریڈرک لارڈن کو بہت زیادہ پذیرائی ملی جب اس نے ریپبلک اسکوائر میں کہا کہ صرف''عام ہڑتال'' سے ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔لیبر قانون کے متعلق اپنے مضمون میں ہم نے بھی یہی مؤقف اپنایا تھا جب تحریک کی کمزوریوں اور خوبیوں کا ذکر کیا تھا۔حکومت اس وقت تک شکست تسلیم نہیں کرے گی جب تک ایک ایسی ہڑتال کا آغاز نہ کیا جائے جو ہر روز دوبارہ نہ شروع کی جا سکے۔(فرانس میں یہ روایت ہے کہ ہڑتال کو جاری رکھنے کا فیصلہ عوامی اجتماع میں ہر روز ووٹنگ کے ذریعے ہوتا ہے)۔ہڑتال کا پھیلنا بھی ضروری ہے تا کہ معیشت کے دیگر اہم شعبوں کو اپنے ساتھ شامل کر سکے۔حکومت کسی ایسی تحریک کے شروع ہونے کے خوف سے بھی پسپا ہو سکتی ہے۔اسی لیے حکومت نے نوجوانوں کی تحریک کو سختی سے کچلا کیونکہ اسے خوف تھا کہ اس سے محنت کشوں کی تحریک ابھر سکتی ہے۔لیکن ٹریڈ یونین قیادتیں دور دور تک بھی کسی ایسی ہڑتال کے متعلق نہیں سوچ رہیں۔وہ تحریک کو کوئی پلیٹ فارم نہیں دے رہی اور محض 28 اپریل کو ایک نیا ایکشن ڈے مخصوص کر دیا گیا ہے۔اور اس کے بعد کیا ہو گا ایک اور ایکشن ڈے اور پھر۔۔۔۔ایک اور۔۔۔ ''نائٹ سٹینڈ اپ'' تحریک کسی تنظیم کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ہر کام کی جگہ پر قابل تجدید ہڑتال کے لیے تنظیم کی ضرورت ہے۔اس لیے مزدور تنظیموں سے جڑت بناتے ہوئے انہیں اس جانب دھکیلا جا سکتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ لاکھوں نوجوان اس تحریک میں سیاسی تجربات حاصل کر رہے ہیں جو بہت قیمتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ مزدور تحریک کو آگے کی جانب راستہ دکھا رہے ہیں کہ''نظام'' کو بدلا جائے۔یہ درست خیال جسے بائیں بازو اور ٹریڈ یونین کے قائدین ترک کر چکے ہیں، اس کو ایک انقلابی پروگرام میں ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ضروری ہے کہ ہم''مزدور دشمن قانون'' کی دنیا کو ختم کر کے ایک نئی دنیا سے تبدیل کریں۔ایک ایسی دنیا جہاں نوجوان اور محنت کش جمہوری طور پر معیشت اور ریاست کو کنٹرول کریں تا کہ وہ اکثریت کے لیے کارآمد ہو سکے، نہ کہ چند ارب پتیوں کے لیے۔مارکسی اصطلاح میں ایک''سوشلسٹ'' دنیا۔

بقیہ ایلن ووڈز 3

جیسا کہ آئن سٹائن نے وضاحت کی تھی کہ مادہ اور انرجی درحقیقت ایک ہی ہیں۔تمام طلبا نے اپنی ذاتی عقائد کے باوجود ایلن کی گفتگو کو سراہا اور لیکچر کے اختتام پر تالیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔لیکچر کے اختتام پر ادارے کے اساتذہ نے ایلن کو خراج تحسین اور مبارکباد پیش کی۔آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ ڈاکٹر اشرف اقبال نے میٹنگ کے آخر میں ایلن کو تالیوں کی گونج میں شیلڈ پیش کی۔

بقیہ ریلوے 4

کہ''مزدور دولت پیدا کرتے ہیں لیکن مالکان تمام منافع ہڑپ کر جاتے ہیں''۔اس پر پھر مزدوروں نے اتفاق کیا۔ میں نے وضاحت کی کہ کس طرح 1947ء میں برطانیہ میں ریلوے کو نیشنلائز کر لیا گیا تھا کیونکہ نجی مالکان نے اس کو تباہ کر دیا تھا۔سرکاری خرچے سے ریلوے کو جدید بنیادوں پر استوار کیا گیا لیکن اس کا کنٹرول محنت کشوں کے پاس نہیں بلکہ اوپر بیٹھے ہوئے بیوروکریٹوں کے پاس تھا۔اس پر''شیم'' کا نعرہ لگا۔پھر کنزرویٹو پارٹی کی دائیں بازو کی حکومت میں اس کی دوبارہ نجکاری کی گئی اور منافع خور سرمایہ کاروں کے حوالے کر دیا گیا۔اس پر پھر ''شیم'' کا نعرہ لگا۔میں نے کہا کہ''نجکاری کے تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔مزدوروں پر دباؤ، سفر کا مہنگا ہونا اور نئے مالکان کے بہت بڑے منافع اس کے اچند اثرات ہیں''۔میں نے انہیں بتایا کہ ان کی جدوجہد ہماری جدوجہد ہے اور ہماری جدوجہد ان کی جدوجہد ہے۔میں برطانیہ واپس جا کر برطانیہ کے ریل کے مزدوروں اور پاکستان کے ریل مزدوروں میں تعلق بنانے کی کوشش کروں گا۔میٹنگ کے اختتام سے پہلے سیکرٹری نے اجرتوں (اور پرانی اجرتوں) کے لیے ان کی حالیہ جدوجہد کے متعلق آگاہ کیا۔اسی طرح انہوں نے بتایا کہ کئی دہائیوں سے انہیں سی بی اے(CBA) کے اجتماعی حق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔میٹنگ سے تمام شرکا سب بہت خوش تھے اور اختتام پر نعرے لگائے گئے۔اس کے بعد میں نے وہاں ورکشاپوں کو دیکھا کہ کس طرح مزدور انتہائی مشکل حالات میں کام کر رہے ہیں۔حکومت کی جانب سے کوئی سرمایہ کاری نہیں کی جا رہی اور مزدوروں کے ساتھ جانوروں والا سلوک کیا جاتا ہے۔پرانے آلات کے باعث مزدوروں کی صحت اور زندگی خطرے میں ہے۔اس ورکشاپ کا کمپریسر لمبے عرصے سے کام نہیں کر رہا اور وہاں پینے کا پانی بھی میسر نہیں۔گرمیوں میں درجہ حرارت 45 ڈگری تک پہنچ جاتا ہے لیکن مزدوروں کے لیے صرف ٹوٹے پھوٹے گلاسوں، جنہیں زنجیروں سے باندھا گیا تھا میں پینے کا پانی ملتا ہے۔تمام مزدور انتہائی دوستانہ انداز میں ملے اور ہاتھ ملاتے رہے اور جب ہاتھ ڈیزل سے بھرے تھے اس وقت انہوں نے ہاتھ لمبا کر کے بازو آگے کیا۔

چائے پر مختصر ہونے والی مختلف گفتگو میں مزدوروں نے بہت سے سوالات پوچھے جن میں برطانیہ، مشرق وسطیٰ، امریکی سامراج کے کردار، یورپ میں مہاجرین کے مسئلے اور یہاں تک کہ امریکہ میں برنی سینڈرز کی انتخابی مہم کے متعلق سوالات شامل ہیں۔اس سے نظریات کی شدید پیاس نظر آئی اور میری وضاحتوں کو انہوں نے دلچسپی سے سنا۔میں نے تمام صورتحال کو سرمایہ داری کے بحران اور عالمی انقلاب کی صورتحال سے جوڑا۔جب میں وہاں سے نکل رہا تھا تو وہ بہت معذرت خواہ تھے کہ ایک بڑا جلسہ منعقد نہیں کر سکے۔انہوں نے کہا کہ ہم سردیوں میں ریلوے کے 5 ہزار محنت کشوں کے جلسے سے خطاب کے لیے آپ کو بلائیں گے۔میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہو گا۔ہم ایک دوسرے سے گلے ملے اور ہاتھ لہرائے اور دوبارہ ان لوہے کے دروازوں سے باہر نکل گئے۔

بقیہ یونائیٹڈ ڈیٹرجنٹس 5

کی قیادت میں ملازمین نے ایک یونین بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ یونین رجسٹر تو ہو گئی مگر فیکٹری کی واحد یونین ہونے کے باوجود لیبر افسر CBA لیٹر دینے سے انکاری تھا۔لیبر افسر کی ملی بھگت کے ساتھ فیکٹری مالک میاں طاہر نے رجسٹرڈ یونین کو تسلیم کرنے کے بجائے اپنے ٹوڈیوں کے نام ڈال کر ایک نام نہاد یونین کی درخواست سے دی۔معاملہ لیبر کورٹ میں چلا گیا اور ہمیشہ کی طرح فیکٹری مالک، لیبر افسر اور کورٹ کی ملی بھگت سے کیس التوا کا شکار ہو گیا۔اس دوران نام نہاد لیبر لیڈر چوہدری اشرف جو خود یونین کا جنرل سیکرٹری بننا چاہتا تھا مالک کے ساتھ ہر کاسہ لیسی میں برابر کا شریک رہا۔ اسی دوران میاں طاہر کی شہ پر ٹھیکیداروں نے ملازمین کو ہراساں کرنا شروع کر دیا کہ کسی طرح وہ یونین کا ساتھ چھوڑ دیں۔اس میں حاضریاں نہ لگانا، دیہاڑی میں کٹوتیاں کرنا، فیکٹری گیٹ بند کرنا وغیرہ کی طرز پر ہتھکنڈے شامل تھے۔مزدوروں نے ان ہتھکنڈوں سے تنگ آ کر اور کسی لیبر مراعت کی عدم موجودگی کی وجہ سے 20 جنوری 2016ء کو اپنے حقوق اور ان تادیبی کاروائیوں کے خلاف ہڑتال کر دی۔ ہڑتال صبح سات بجے سے شام چھ بجے تک جاری رہی جس کے بعد مالک میاں طاہر، انتظامیہ، لیبر افسر شاہد ڈوگر اور یونین قیادت نے لیبر قوانین کے اطلاق کا معاہدہ کیا۔معاہدہ ہونے کے باوجود میاں طاہر اپنی چالبازیوں سے باز نہ آیا اور اس نے رات کے اندھیرے میں ٹھیکیداروں کو ساتھ ملا کر مزدوروں کو دھوکا دیتے ہوئے سادہ کاغذ پر انگوٹھے لگوائے اور دستخط کروائے۔ اس سازش میں بدنام زمانہ دیہاڑی باز لیبر لیڈر چودھری اشرف، مالک کے ٹوڈی مزدور اور بدنام زمانہ دیہاڑی باز لیبر افسر نعیم شامل تھے۔اسٹام میں یہ بعد میں لکھا گیا کہ فیکٹری کے مزدور یونین قیادت پر اعتماد کھو چکے ہیں اور ان کی جگہ غداروں کو یونین کے عہدے دیئے جائیں۔ساتھ ہی حاضریوں کا نہ لگنا، فیکٹری گیٹ کا بند کرنا، ڈیلی ویجز کے پرانے ملازمین کی جگہ نئے ملازمین وغیرہ معاملات چلتے رہے۔معاہدہ کے مطابق لیبر قوانین کے اطلاق کی بات بھی آئی گئی ہو گئی۔لیبر کورٹ نے اپنے روائتی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے یونین کے CBA لیٹر کے کیس میں مالکان کے ساتھ ساز باز کر کے تاریخ پر تاریخ کی روش اختیار رکھی۔مزدوروں نے اپنے ساتھ ہونے والے دھوکے، زیادتیوں اور وعدوں کی خلاف ورزیوں پر 20 مارچ کو مکمل ہڑتال کی کال دے دی۔ ہڑتال کے آغاز سے ہی مالکان اور مقامی انتظامیہ نے ہڑتال توڑنے کی سر توڑ کوششیں شروع کر دیں۔ پہلے رات کے اندھیرے میں پولیس سے فیکٹری گیٹ پر موجود مزدوروں پر لاٹھی چارج کروایا جس کی قیادت بدنام زمانہ انسپکٹر خضر کر رہا تھا۔ حملے میں میں چاقوؤں کا بھی بے دریغ استعمال کیا گیا۔ پانچ مزدور لاٹھیوں اور چاقوؤں سے شدید زخمی ہوئے جبکہ پولیس قیادت کو حوالات لے گئی۔ اگلے دن 23 تاریخ کو فیکٹری مزدوروں نے شیخوپورہ روڈ، قلعہ ستار شاہ اسٹاپ پر بلاک کر دی جس کی وجہ سے میلوں لمبا ٹریفک جام ہو گیا۔ مقامی انتظامیہ، گاؤں کے سرپنچ، برادریوں کے سربراہ، کونسلر وغیرہ سڑک کنارے کھڑے بے بسی سے ہاتھ ملتے رہے۔ اردگرد کی آبادیوں اور فیکٹریوں سے مزدوروں کا جمگھٹا لگ گیا اور آخری اطلاعات پر تقریباً دو ہزار لوگ اکٹھے تھے۔ مزدوروں نے انتظامیہ، فیکٹری مالکان اور پولیس کے خلاف شدید نعرے بازی کی اور قیادت کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ بے بس ہو کر ایک گھنٹہ کے اندر انتظامیہ قیادت کو حوالات سے واپس لے آئی۔مزدوروں نے سڑک چھوڑ دی اور ہڑتال پہلے سے زیادہ جوش اور ولولے سے چلتی رہی۔مزدوروں کی اکثریت قریب کے دیہی علاقوں سے ہے۔ میاں طاہر نے پانی کی طرح پیسہ بہانا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے اس نے مقامی اٹھائی گیروں، بدمعاشوں اور نام نہاد سیاسی لوگوں کو ساتھ ملایا جن میں جج بھٹی، گل آغا، چودھری نور سرا، میاں شفی جو نواز شریف کا ہم زلف ہے، میاں شہباز شریف کا بیٹا سلمان شریف اور رانا پرویز وغیرہ شامل تھے۔ ان کے ذریعے گاؤں کی برادریوں کے سربراہان کو سیاسی لالچ، پیسے وغیرہ دے کر مقامی مزدوروں کو توڑا گیا۔ مزدوروں کے اندر سے لوگوں کو شدید دھمکیاں، جسمانی تشدد اور گھروں کو برباد کرنے کی دھمکیاں دی جاتی رہیں۔ پیچھے ہٹنے کی صورت میں روپیہ پیسے کا لالچ دیا جاتا رہا۔ ہڑتال کو چلتے آٹھ یا نو دن ہو چکے تھے۔ میاں طاہر کسی طرح مذاکرات پر آنے کو تیار نہیں تھا۔ مزدوروں پر اپنی برادریوں کے سرپنچوں کا بے پناہ دباؤ تھا۔ ہتھیاروں سے لیس غنڈے کھلے عام فیکٹری کے اندر گھوم پھر رہے تھے اور ہتھیار دکھا دکھا ڈرا دھمکا رہے تھے۔ایسی صورتحال میں مذاکرات کی آخری کوشش ایمکو ٹائلز اور شیر بنگال لیبر کالونی کے اہم بزرگ مزدور رہنما چودھری رشید کی کاوشوں سے ڈسٹرکٹ لیبر آفیسر نعیم، جو شروع سے میاں طاہر کے ساتھ ساز باز کر رہا تھا، کے آفس پر ہوئی جس میں لیبر افسر، یونین قیادت چودھری رشید اور میاں طاہر بیٹھے۔ تمام تادیبی کاروائیوں کو بند، تمام مزدوروں کی فیکٹری میں واپسی اور لیبر قوانین کے اطلاق کا معاہدہ کیا گیا۔تحریری معاہدے پر لیبر افسر نعیم، فیکٹری مالک طاہر، یونین صدر عامر خان اور جنرل سیکرٹری راشد کے دستخط موجود ہیں۔تحریری معاہدہ ہونے کے بعد مزدوروں نے ہڑتال ختم کر دی اور واپس آ کر کام شروع کر دیا۔تا حال میاں طاہر اور لیبر افسر نعیم نے معاہدہ پر عملدرآمد نہیں کیا۔ ساتھ ہی چھ مزدور جس میں ساری یونین قیادت شامل ہے ان پر فیکٹری گیٹ بند کر دیا گیا ہے۔ مزدور پھر دوبارہ دھوکے پر شدید غم و غصے میں ہیں اور قیادت کے ساتھ پر اعتماد ہو کر اپنے حقوق کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

بقیہ پورٹ قاسم 6

نے کہا''پورٹ قاسم کو بھی بتدریج نجکاری کی طرف دھکیلا جا رہا ہے جس کے لئے ابتدائی طور پر محنت کشوں سے کام چھینا جا رہا ہے اور اس پلاننگ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے برتھ نمبر 3 اور 4 کو ٹرمینل بنایا جا رہا ہے۔جس کا مقصد صرف اور صرف پورٹ قاسم کو تباہ کرنا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ حکمران اور چیئر مین مل کر ورلڈ بینک اور IMF کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ یہاں مزدوروں کو تباہ کیا جا رہا ہے''۔شاہد ندیم نے بھی نجکاری کی پالیسی پر کڑی تنقید کی اور کہا کہ'' اداروں کو فروخت کرنا مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ اداروں کو درست پلاننگ کے ساتھ چلانے اور ان کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔جبکہ منافع میں چلنے والے اداروں کو فروخت کرنا سراسر احمقانہ حرکت ہے۔ جب 1981ء میں پورٹ قاسم پر ویرانہ تھا اور پہلا جہاز لنگر انداز ہوا تھا تب سے ڈاک ورکرز یہاں محنت اور ایمانداری سے کام کر رہے ہیں۔ پورٹ قاسم کی موجودہ ترقی میں ان کا کردار سب سے اہم ہے۔ ان ورکرز کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی ہم قطعاً برداشت نہیں کریں گے''۔فضل معبود نے اپنے بیان میں کہا کہ''پورٹ قاسم کی نجکاری اس ادارے کے 15 ہزار ورکرز اور ان کے گھر والوں کے منہ سے نوالہ چھیننے کے مترادف ہے اور یہ بے رحمانہ عمل ہر صورت میں قابل مذمت ہے۔اس لئے ہم حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس عمل کو فوراً روکا جائے۔ان کا کہنا تھا کہ پورٹ قاسم پر دوسرے ٹرمینل مثلاً QICT اور FAP کو پورٹ قاسم کے ورکرز کے کنٹرول سے چھین کر اجارہ دارانہ انداز سے چلانا بھی سراسر ناانصافی ہے۔ ان ٹرمینلز پر بھی پورٹ قاسم کے ورکرز کو کام کرنے کا پورا موقع ملنا چاہیے۔اور ویسے بھی یہ عمل کمپٹیشن ایکٹ 2010ء کی کھلی خلاف ورزی ہے۔اس عمل کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ ٹرمینل منہ مانگے کرائے وصول کرتے ہیں۔ اور کارگو ہینڈلنگ کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں''۔غلام یوسف نے کہا کہ'' حکومت کا پلان ہے کہ وہ برتھ نمبر 3 اور 4 کو گرا کر ان کی جگہ نئی تعمیر کی جائے جبکہ اس کی بجائے نئی جگہ ٹرمینل بنانا سب سے بہتر حکمت عملی ہے جس میں پورٹ قاسم کی توسیع ہوگی۔ مگر پورٹ قاسم کی انتظامیہ منصوبہ بندی کے بنیادی اصولوں سے بھی واقف نہیں ہے۔ ہم انتظامیہ اور حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس غلط اور تخریبی حکمت عملی کو ختم کرتے ہوئے حقیقی بنیادوں پر ملک اور محنت کش طبقے کی ترقی کی منصوبہ بندی کی جائے ورنہ ہم ملک کے باقی اداروں کے محنت کشوں کو شامل کرتے ہوئے عام ہڑتال کر دیں گے''۔

(مزید بقیہ 1 صفحہ 9)

بقیہ پورٹ قاسم 1

CBA کے تمام عہدیداروں اور ورکرز نے ورکر نامہ کے ذریعے ملک بھر کے محنت کشوں سے اپیل کی کہ وہ ان کے حقیقی مسائل اور ان کے حل کے لئے مطالبات کی لڑائی میں ان کا ساتھ دیں۔ مطالبات یہ ہیں:1۔ برتھ نمبر 3اور 4پر کول ٹرمینل بنانے کی بجائے کسی اور مقام پر کول ٹرمینل بنایا جائے۔2۔ PIBT، FAP،QICT سمیت تمام ٹرمینل ڈاک ورکرز ایکٹ 1974ء کے مطابق ڈاک ورکرز کا پورا گینگ بک کیا جائے۔3۔ KPT کی طرح پورٹ قاسم اتھارٹی بھی ڈاک ورکرز کی تنخواہوں میں 30فیصد اضافہ کرے۔4۔PQA ڈاک ورکرز کے تمام رکے ہوئے کارڈز فوراً جاری کیے جائیں۔

بقیہ چارٹر آف ڈیمانڈ 2

24مطالبات شامل ہیں، جس پر تعارفی بحث ہو چکی ہے جبکہ ان مطالبات کی منظوری کے لیے24مارچ کو بحث کو آگے بڑھایا جائے گا۔ یکم مارچ 2016ء کوپیکسار میں CBA نے اپنا چارٹر آف ڈیمانڈ جمع کروایا جس میں انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ تمام محنت کشوں کو ادارہ ہاؤس رینٹ ادا کرے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ملازمین کے اہلِ خانہ کو علاج معالجے کی سہولت بھی ادارہ فراہم کرنے کا پابند ہو۔ CBA نے مطالبہ کیا کہ سالانہ دو بونس ملازمین کو ادا کیے جائیں جس میں ٹارگٹ پورا کرنے والے ملازمین کو ایک اضافی بونس بھی دیا جائے۔انہوں نے انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ جو ملازمین شفٹ میں کام کرتے ہیں ان کو شفٹ الاؤنس دیا جائے جو ان کا بنیادی حق بنتا ہے۔اسی طرح بہت سے ملازمین ایسے ہیں جن کے علاقوں میں کمپنی کی ٹرانسپورٹ نہیں پہنچتی ان کے درمیان قرعہ اندازی کروا کر موٹر سائیکلز کی تقسیم کو مستقل بنیادوں پر مزدوروں کے حق کے طور پر قبول کیا جائے۔ مسلمان ملازمین کے لیے سالانہ حج پیکیج کا اعلان کیا جائے اور ہر سال ملازمین کو حج کے لیے بھیجا جائے۔ان کے سمیت مزید24مطالبات انتظامیہ کے سامنے رکھے گئے ہیں اور CBA کا کہنا ہے کہ وہ ہر حال میں یہ مطالبات منظور کروائے گی۔کچھ عرصہ پہلے انتظامیہ نے ملازمین کو' وائیٹ کالر' ملازمین کی نئی اصطلاح نافذ کر کے کچھ ملازمین کو افسر بنانے کا جھانسہ دیا جس کے بعد یہ ملازمین تمام بنیادی سہولیات سے محروم کر دیے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی تنخواہوں میں نہ تو اضافہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کو چارٹر آف ڈیمانڈ میں شامل کیا جاتا ہے۔CBA انتظامیہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس فیصلے کو واپس لیتے ہوئے ان غریب افسروں کو مزدوروں کی لسٹ میں دوبارہ شامل کرے۔

بقیہ ایم ٹی ایم 3

''وعدہ'' کیا گیا تھا۔تاہم ایوننگ شفٹ کی فیسوں کا کم کر کے مارننگ شفٹ کے برابر کر دیا جانا تحریک کی ایک بڑی کامیابی ہے جس سے نہ صرف یہ کہ پشاور یونیورسٹی کے بلکہ ملک بھر کے طلبا کو ایک نئی تقویت اور حوصلہ ملا ہے۔اس سے قبل 2دسمبر 2015 کو پشاور یونیورسٹی میں ''متحدہ طلبہ محاذ'' (MTM) کے پلیٹ فارم سے احتجاجی ریلی نکالی گئی اور اس کے بعد چیئرمین کے دفتر کے سامنے اپنے مطالبات کے حق میں احتجاجی دھرنا دیا۔ MTM میں مختلف طلبہ تنظیمیں (پختون سٹوڈنٹس آرگنائزیشن، پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن، پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن) شامل ہیں اور26 سٹوڈنٹس سوسائیٹیز کے طلبہ کا اتحاد ہے جن کے مطالبات ہیں کہ فیسوں میں اضافہ واپس لیا جائے، یونٹ شفٹنگ کی بحالی، پسماندہ علاقوں کے طلبہ کے لئے سکالرشپ یقینی بنایا جائے، ڈراپ آؤٹ سسٹم کو ختم کیا جائے، ڈراپ آؤٹ طلبہ کو فوراً بحال کیا جائے، طلبا اور طالبات کے لئے نئے ہاسٹل فی الفور قائم کیے جائیں۔ پشاور یونیورسٹی کے طلبہ کا کہنا ہے کہ یہ تحریک پشاور یونیورسٹی تک محدود نہیں رہے گی بلکہ پورے پختونخواہ کے تعلیمی اداروں میں اس کو پھیلایا جائے گا۔

عالمی مارکسی رجحان (IMT) کے پاکستان سیکشن کے جنرل سیکرٹری آدم پال نے پروگریسو یوتھ الائنس (PYA) کے وفد کے ہمراہ پشاور یونیورسٹی کا دورہ کیا اور سرگرم طلبہ سے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں۔آدم پال نے کہا کہ MDM کی یہ تحریک ایک تاریخی اہمیت اختیار کرتی جا رہی ہے۔یہ ایک نئے عہد کا آغاز ہے۔انڈیا میں JNU کی تحریک بھی چالیس سے زیادہ یونورسٹیوں تک پھیل چکی ہے۔MDM کی تحریک اور مطالبات کو بھی پورے ملک کے تمام تعلیمی اداروں تک پھیلایا جا سکتا ہے۔اس ضمن میں باہمی مشاورت سے مستقبل کا لائحہ عمل طے کیا گیا اور مل کر جدوجہد کو آگے بڑھانے کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔

بقیہ آواران 4

آسامیاں کافی عرصے سے خالی پڑی ہیں مگر ان ملازمین کو مستقل ملازمتیں نہیں دی جا رہی ہیں۔اس ظلم کے خلاف پہلے بھی ان ملازمین نے آواز بلند کی تھی جس پر گزشتہ وزیراعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان ملازمین کو مستقل کر دے گا مگر وہ وعدہ کبھی وفا نہیں ہوا۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ان ملازمین کو مستقل کیا جائے۔اور موجودہ وزیراعلیٰ اس معاملے پر توجہ دیتے ہوئے ان ملازمین کے مستقل کیے جانے کے احکامات جاری کریں۔

بقیہ کوٹ لکھپت 5

کے فوائد مغرب سے بہت کم پہنچے ہیں، محنت کش طبقہ اپنی زندگی کی روزمرہ کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی پوری زندگی کو کام پر صرف کرنے پر مجبور ہے۔ جہاں پوری دنیا میں بے روزگاری مستقل بڑھ رہی ہے اور تنخواہوں میں تیز گراوٹ ہے وہاں پاکستان کا محنت کش طبقہ جس کے لئے پہلے ہی زندگی کافی مشکل ہے مزید مشکلات کا شکار ہو رہا ہے۔ پاکستانی صنعتی علاقوں میں سے ایک علاقہ کوٹ لکھپت بھی ہے۔کوٹ لکھپت لاہور کے بڑے صنعتی علاقوں میں سے ایک ہے۔ اس صنعتی علاقے کا سرکاری نام ''قائداعظم انڈسٹریل سٹیٹ'' ہے۔ 1960ء کی دہائی میں معرض وجود میں آنے والے اس صنعتی علاقے میں اس وقت439 صنعتی یونٹس موجود ہیں جہاں 10ہزار خواتین سمیت 50ہزار سے زائد محنت کش کام کرتے ہیں۔ یہاں ادویات، ٹیکسٹائل، پرنٹنگ اور ڈائنگ، خوراک اور مشروبات، گارمنٹس، پلاسٹک، آٹو پارٹس، کیمیکلز اور سٹیل کے چھوٹے بڑے کارخانے موجود ہیں۔اکثریتی کارخانوں کے محنت کش انتہائی غیر انسانی حالات میں کام کر رہے ہیں۔مرد محنت کشوں کو آٹھ سے دس ہزار تنخواہ دی جاتی ہے جو کہ صوبائی حکومت کی مقرر کردہ کم سے کم اجرت سے بھی کم ہے۔کام کے اوقات بعض اوقات 18 گھنٹے تک پہنچ جاتے ہیں۔محنت کش خواتین کا استحصال اپنے عروج پر ہے، اکثر خواتین کو مردوں سے کم اجرت دی جاتی ہے، بیشتر خواتین سے چار یا پانچ ہزار روپے ماہانہ کی تنخواہ پر سخت کام لیا جاتا ہے۔ اس صنعتی علاقے میں بہت کم اداروں میں مزدور یونین ہے۔

بقیہ مارکسی سکول 6

والے نوجوانوں نے شرکت کی۔سکول مجموعی طور پر دو سیشنز پر مبنی تھا۔ پہلے سیشن کا عنوان ''بالشوازم: راہ انقلاب'' تھا۔سیشن کو چیئر فرحان گوہر نے کیا۔ بحث کا آغاز زین العابدین نے کیا جس کے بعد عدیل زیدی، اعجاز ایوب، وقار احمد، پارس جان اور مقصود ہمدانی نے بالشوازم کی تاریخی اور فلسفیانہ بنیادوں کو زیرِ بحث رکھا۔مقررین نے زارشاہی روس کی پسماندگی، معروضی حالات اور مارکسی قوتوں کے آغاز کو تفصیل سے بیان کیا۔ بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 1917ء کا روس کا انقلاب انسانی تاریخ کا ایسا موڑ تھا جب پہلی بار اکثریت کی حکومت قائم ہوئی اور کس طرح بالشویک پارٹی نے مارکسی بنیادوں پر معروضی حالات کو سمجھتے ہوئے، لینن اور ٹراٹسکی کی قیادت میں روس کے انقلاب کی رہنمائی کی اور کامیابی سے ہمکنار کرایا۔دوسرے سیشن کا عنوان ''سٹالنزم: ابھار اور زوال'' تھا جس کو اعجاز ایوب نے چیئر کیا اور عدیل زیدی نے بحث کا آغاز کیا اور سٹالنزم کے ابھار اور زوال کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ سٹالنزم کا ابھار کن معروضی حالات میں ہوا اور کس طرح بیوروکریسی نے جڑیں پکڑیں۔ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے سٹالنسٹ بیوروکریسی کے مختلف ادوار اور ٹراٹسکی کی بیوروکریسی کے خلاف جدوجہد اور سٹالنزم کے زوال پر بھی روشنی ڈالی۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے فرحان گوہر، قاسم گوندل، زین العابدین، پارس جان اور راشد خالد نے بھی اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ آج ہمارا مقصد نہ صرف عالمی سوشلسٹ انقلاب کے لئے جدوجہد کرنا ہے بلکہ صحت مندانہ بنیادوں پر ایک سوشلسٹ سماج کو تعمیر کرنا بھی ہے۔ آخر میں انٹرنیشنل گا کر سکول کا اختتام کیا گیا۔

بقیہ پی آئی اے 7

بھی جانتا ہے۔نجکاری کیخلاف یہ جدوجہد ابھی بھی جاری ہے اور بہت سی مشکلات کا شکار ہے۔ان محنت کشوں سے اظہار یکجہتی کرنے اور ان تک برطانیہ کے محنت کش طبقے کا پیغام پہنچانے کے لیے برطانیہ میں شائع ہونے والے جریدے ''سوشلسٹ اپیل'' کے ایڈیٹر راب سیول نے لاہور میں آئی ایم ٹی (IMT) کے کامریڈز کے ہمراہ 24مارچ کو پی آئی اے لاہور کے یونین آفس کا دورہ کیا اور مزدور راہنماؤں سے ملاقات کی جن میں جیک پائی کے قائدین ایئر لیگ کے محمود بخاری اور پیپلز یونٹی کے ساجد گجر بھی شامل تھے۔جب انہوں نے ائیر لیگ (سی بی اے) کے جنرل سیکرٹری محمود بخاری سے صورتحال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا، ''پی آئی اے کی نجکاری کے مظاہرے کے دوران ریاستی اداروں نے 2فروری کو گولی چلائی جس میں دو مزدور شہید ہو گئے۔اس کے بعد پی آئی اے کے محنت کشوں کی ایک ملک گیر بغاوت کا آغاز ہو گیا جو ایک ہڑتال پر منتج ہوئی۔ایسی ہڑتال پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوئی''۔ محنت کشوں کے قتل اور اس کے بعد ہڑتال نے دوسرے اداروں کے محنت کشوں میں بھی تحرک پیدا کیا جس کے باعث ریلوے اور واپڈا کے محنت کشوں کی جانب سے اظہار یکجہتی دیکھنے میں آیا۔ پوری صورتحال ایک عام ہڑتال کی متقاضی تھی۔لیکن المیہ یہ ہے کہ تمام اداروں کی مزدور قیادتیں اس صورتحال سے پریشان ہو گئیں اور انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس کو عام ہڑتال کی جانب بڑھنے سے روکا جائے۔ ہڑتال کا یہ عظیم فیصلہ محنت کشوں نے خود کیا تھا اور یونینوں کے اختلافات کو پس پشت ڈال کر متحد ہو گئے تھے۔حکومت نے نجکاری کے خلاف ان مظاہروں کو پہلے ہی لازمی سروس ایکٹ کے کالے قانون کے ذریعے دبانے کی کوشش کی تھی۔مزدوروں کے قتل کے بعد انہوں نے معطلیوں اور برطرفیوں سے دھمکا کر ہڑتال کو ختم کرنے کی کوشش کی۔اس سارے حملے میں پی آئی اے کے ٹریڈ یونین لیڈروں نے ریاست کا ساتھ دیا اور حکمرانوں کو اس صورتحال میں سنبھلنے کا موقع فراہم کیا۔اس دوران لیڈروں اور عام کارکنان میں خلیج بڑھتی چلی گئی۔حکومت اور یونین راہنماؤں کی سازشوں کے باوجود، محنت کشوں نے لازمی سروسز ایکٹ کی خلاف ورزی جاری رکھی اور پورے آٹھ دن تک ہڑتال کو کامیاب کیا۔ پورے ملک میں پی آئی اے کی ایک بھی پرواز فضا میں بلند نہ ہو سکی، جو اس ملک کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہوا ہے۔اس ہڑتال کے ایک عام ہڑتال میں تبدیل نہ ہونے کی وجہ قیادت کا نہ ہونا تھا۔محمود بخاری نے اپنی گفتگو میں کہا، ''ہڑتال کے دوران ریاست نے اپنے اہلکاروں اور پولیس کے ذریعے ملازمین کو ہراساں کیا اور ان کے گھروں میں جا کر ان کو دھمکایا تا کہ ان کو زبردستی کام پر واپس لایا جا سکے۔اس دوران ہڑتال بھی طوالت اختیار کر گئی جس سے ملازمین کی مایوسی میں اضافہ ہوا۔'' حکومت نے ظاہر ہے، جھوٹے وعدے کیے۔یونین قیادتوں نے بغیر کسی ٹھوس ضمانت اور معاہدے کے ہڑتال ختم کرنے کا اعلان کیا۔ ہڑتال کے خاتمے کے بعد انتظامیہ اور حکومت نے محنت کشوں کے خلاف ایک خوفناک مہم کا آغاز کر دیا جس میں عام کارکنان کو نشانہ بنایا گیا۔اب تک 305ملازمین کو شوکاز نوٹس جاری کیے جا چکے ہیں جس کے باعث انہیں قانونی چارہ جوئی کرنا پڑ رہی ہے۔عارضی طور پر محنت کشوں کو دبایا گیا ہے لیکن ہڑتال نے واضح کیا ہے کہ جدوجہد کے لیے کس قسم کے مواقع موجود ہیں۔حکومت نے قومی اسمبلی میں بھی پی آئی اے کی نجکاری کا بل پیش کر دیا ہے جس پر آنے والے دنوں میں بحث کی جائے گی۔ٹریڈ یونین کے متحرک کارکنان پی آئی اے کے محنت کشوں کے آئندہ اقدام پر بحث کر رہے ہیں۔ اس وقت مختلف اداروں میں جاری جدوجہد کو جوڑنا کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔پی آئی اے سمیت 68اداروں کی نجکاری کی جا رہی ہے۔ضرورت ہے کہ ان تمام اداروں کے محنت کشوں کو اکٹھا کیا جائے جو اپنے اداروں میں نجکاری کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ عام ہڑتال کی تیاری کرنی چاہیے جس میں نجکاری کمیشن اور وزارت نجکاری کے خاتمے کا مطالبہ شامل ہونا چاہیے۔دو محنت کشوں کے قتل کے بعد صورتحال کبھی بھی پہلی جیسی نہیں رہے گی۔اب بہت ہو چکا ہے۔وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنی قوتوں کو اکٹھا کریں اور ایک حتمی جدوجہد کے لیے تیار ہوں۔

بقیہ ٹرانسپورٹرز 8

بلا وجہ گھومنا پڑتا ہے اس دوران ٹریفک پولیس ان سے منہ مانگی رشوت وصول کرتی ہے جبکہ ان کی بلا وجہ نقل و حرکت سے ٹریفک میں بھی بے جا اضافہ ہو جاتا ہے۔کراچی میں ایسی کوئی پارکنگ موجود نہیں جو کہ ٹرک یا ٹرالرز کو پارکنگ کی سہولت دیتی ہو۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت کراچی میں 20000ٹرک ہیں جو صرف لوکل سروس فراہم کرتے ہیں۔اسی طرح پانی کے ٹینکرز کی بھی بڑی تعداد سڑکوں کے کناروں پر کھڑی نظر آتی ہے جس سے ایک طرف تو سڑکیں اپنی اصل چوڑائی سے کم بچ جاتی ہیں جو شدید ٹریفک جام کا باعث بنتی ہیں اور دوسری طرف کئی حادثات کا باعث بھی بنتی ہے۔ٹرک ڈرائیوروں کا کہنا ہے کہ پورٹ قاسم سے بکنگ ملنا ایک نئے باب کو کھول دیتا ہے۔ہمیں ایک چھوٹے سے آرڈر کے لیے رات بھر مختلف دفاتر میں گھومنا پڑتا ہے۔ افسران وقت پر موجود نہیں ہوتے جس سے دس منٹ کا کام بھی کئی گھنٹے لے جاتا ہے۔اسی طرح ٹریفک پولیس ان کے بے جا چالان کرتی ہے اور اس کے ساتھ چالان کی قیمت کم کرنے کی شرط رشوت ہوتی ہے۔ ہم حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں کراچی میں مفت پارکنگ فراہم کی جائے اور ٹریفک پولیس کو زیادتیوں سے روکا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر یہ مسائل اسی طرح برقرار رہے تو ہم انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے اور تمام سرکاری دفاتر کو اپنی پارکنگ میں بدل دیں گے۔

بقیہ لانڈھی 9

مزید بتایا کہ یسین میمن نامی شخص اس بے نام کمپنی کا مالک ہے جس کی اس طرح کی اور بھی فیکٹریاں ہیں۔اور اس کی دوسری فیکٹریوں میں نوعمر بچے کام کرتے ہیں جن کو ماہوار اجرت اس سے بھی کم دی جاتی ہے۔اس طرح کی بہت سی چھوٹی فیکٹریاں ہیں جہاں محنت کشوں کے پاس ملازمت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔جس کے ساتھ وہ نہ تو EOBI کارڈ حاصل کر پاتے ہیں اور نہ ہی سوشل سکیورٹی کارڈ۔کسی بھی حادثے کی صورت میں صرف ابتدائی طبی امداد دلوا کر محنت کش کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔

بقیہ کراچی لیبر کورٹ 10

تفصیلات کے مطابق غلام مصطفیٰ نامی ایک ملازم نے ورکر نامہ کے نمائندے کو بتایا کہ وہ عرصہ 2سال سے اس کینٹین پر کام کر رہا ہے جس پر اسے صرف 8ہزار روپے اجرت ماہانہ دی جاتی ہے۔اس کا کہنا تھا کہ لیبر کورٹ کے ججوں اور محتسب اعلیٰ نے اس ناانصافی پر کبھی توجہ نہیں دی۔اس کے لیے اتنی کم تنخواہ میں اپنے خاندان کے اخراجات پورے کرنا بہت مشکل ہے مگر بیروزگاری کے ڈر سے وہ یہ ملازمت چھوڑ بھی نہیں سکتا۔اس کا کہنا تھا کہ اس نے کئی بار کینٹین کے مالک سے اپنی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کیا مگر اس سے کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ الٹا اسے ملازمت سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی۔لیکن جو اجرت مجھے دی جاتی ہے اس میں ایک فرد کا زندگی گزارنا بھی مشکل ہے۔اس نے مطالبہ کیا کہ اس کی تنخواہ میں اضافہ کیا جانا چاہیے تا کہ وہ اپنے اہل خانہ کو دو وقت کی روٹی کھلا سکے۔

بقیہ اٹلس ہنڈا 11

تو اس کی تنخواہ 12ہزار سے کبھی نہیں بڑھی اور پائپ فٹر ہونے کے باوجود اسے ان سکلڈ مزدور کی حیثیت پر تنخواہ دی جاتی تھی، اس نے 140روپے ماہوار پر کام کا آغاز کیا تھا اور آخری تنخواہ جو وہ وصول کر رہا تھا وہ 12000 تھی۔ اس کی ملازمت ختم ہونے پر انتظامیہ نے یقین دلایا تھا کہ چند ماہ میں ہی اس کے بیٹے کو ملازمت مل جائے گی۔ جب اس نے اپنے بیٹے کے کاغذات جمع کروائے تو پہلا اعتراض کیا گیا کہ عامر خان کے کاغذات ہی جعلی ہیں۔ 6ماہ تک اقبال اپنے بیٹے کے کاغذات کی تصدیق کے لیے سرگرداں رہا اور اس کے بعد بھی اسے ملازمت نہیں دی گئی۔

اقبال احمد نے کہا کہ اس نے اٹلس ہنڈا کو اپنی آدھی سے زیادہ عمر دی ہے۔آج کل وہ اخبار فروخت کر کے گھر چلانے کی کوشش کر رہا ہے جبکہ اس کی جگہ اس کے بیٹے کو ملازمت دینا اس کا قانونی اور اخلاقی حق ہے۔ اقبال نے لیبر ڈیپارٹمنٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کے بیٹے کو ملازمت دلانے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔

بقیہ ینگ ڈاکٹرز لاہور 12

مطالبات میں تنخواہوں میں طے شدہ اضافہ، گریڈ 17 سے گریڈ 18 میں اپ گریڈیشن، دوائیوں کی قیمتوں میں کمی، ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے بستروں، آلات جراحی اور وینٹی لیٹرز کی تعداد میں اضافہ شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب کی طرف سے صحت کے بجٹ میں 15 فیصد کمی کے خلاف بھی شدید احتجاج کیا گیا۔ینگ ڈاکٹرز بارہا اپنے مطالبات کے حق میں آواز اٹھاتے رہے ہیں مگر حکومت نے ہمیشہ غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنے وعدوں سے پھرتی رہی ہے جس کے باعث ڈاکٹر ایک بار پھر احتجاج کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ پنجاب کی طرح ملک کے دیگر صوبوں میں بھی اس وقت ینگ ڈاکٹرز اپنے حقوق کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔چند دن پہلے کوئٹہ میں ہونے والے ینگ ڈاکٹرز کے احتجاجی جلوس پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا جس کے نتیجے میں متعدد ڈاکٹرز زخمی ہوئے۔اس وقت ملک بھر میں عام عوام کے لئے علاج معالجے کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔اور ایک لمبے عرصے سے کوئی نیا ہسپتال تعمیر نہیں کیا گیا جبکہ یہ مزدور دشمن حکومت صحت کے شعبے کو بہتر بنانے کی بجائے اس کی نجکاری کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ ینگ ڈاکٹرز کے احتجاج کے باوجود تاحال حکومت ٹس سے مس نہیں ہوئی ہے جس پر ینگ ڈاکٹرز نے حکومتی بے حسی کے خلاف غم و غصے کا اظہار کیا اور کہا ہے کہ اگر ان کے جائز مطالبات پورے نہیں ہوئے تو وہ احتجاج کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے ہڑتال کرنے کی طرف جائیں گے اور پنجاب اسمبلی کا محاصرہ کریں گے۔

بقیہ ملتان ینگ ڈاکٹرز 13

میں خواتین ڈاکٹروں کی بھی بڑی تعداد شامل تھی۔ دھرنے میں مقررین نے بلوچستان میں ڈاکٹروں پر ریاستی تشدد کی بھرپور مذمت کی۔مقررین نے کہا کہ پنجاب حکومت نے بغیر سروس سٹرکچر کے ہماری تنخواہوں میں دس ہزار اضافے کی یقین دہانی کرائی تھی جسے ہم نے مسترد کر دیا ہے۔دھرنے سے ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن ملتان کے صدر ڈاکٹر کبیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا ''امریکہ اور برطانیہ سمیت دنیا بھر میں جونیئر ڈاکٹرز اپنے حقوق کی لڑائی لڑ رہے ہیں اور خود پر ہونے والے کٹوتیوں کے حملوں کو روک رہے ہیں۔ یہاں بھی متحد ہو کر ایسا کیا جا سکتا ہے۔یہاں کے حکمرانوں کی لوٹ مار اور ٹیکس چوری پانامہ پیپرز نے عیاں کر دی ہے۔

بقیہ | بینک الحبیب | 1

ان کے اکاؤنٹ سے غائب ہوئے ہیں جس پر بینک کا کہنا ہے کہ ایسا سسٹم کی خرابی کی وجہ سے ہوا ہے مگر اس پر نہ تو ان محنت کشوں کو کوئی رقم واپس دی گئی ہے اور نہ ہی اس مسئلے کے حل کے لیے ان کو کوئی مشورہ دیا جا رہا ہے۔ آدم جی انجینئرنگ کے ایک ملازم زبیر کے دو موقعوں پر 40 ہزار روپے غائب ہوئے، سمیع اللہ کے 18 ہزار، اکبر کے 15 ہزار، نذر کے 13 ہزار اور شاکر کے 10 ہزار روپے غائب ہوئے۔ ان ملازمین کا کہنا ہے کہ ای سیلری اکاؤنٹ ان کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ ان کی خون پسینے کی کمائی پہلے تو صرف چوروں سے بچانی پڑتی تھی مگر اب حالات اس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ بینک جس کا کام ہی عوام کے پیسوں کا تحفظ ہے وہ چور بن گئے ہیں اس لیے ہمیں اپنی اجرتیں بینک سے بھی بچانی پڑ رہی ہیں۔ متاثرہ مزدوروں نے ورکر نامہ کے نمائندے کو بتایا کہ بینک انتظامیہ ان کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر رہی۔ انہوں نے بینک الحبیب کے ہیڈ آفس سے بھی رابطہ کیا ہے مگر کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ بینک انتظامیہ مسلسل ٹال مٹول کر رہی ہے۔

بقیہ | BSO | 2

کے مرکزی جنرل سیکرٹری میر ظریف رند کے گھر پر رجعتی قوتوں کی جانب سے راکٹوں اور دستی بموں سے حملہ کیا گیا اور اندھا دھند فائرنگ کی گئی جس کے نتیجے میں ایک نوجوان ہلاک اور دوسرا شدید زخمی ہو گیا۔ حملے سے گھر کا سامنے کا حصہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا تاہم حملے کے وقت ظریف گھر پر موجود نہ تھے جس کے باعث وہ محفوظ رہے۔ زخمی ہونے والے نوجوان کو علاج کی غرض سے کراچی لے جایا گیا ہے۔ احتجاجی مظاہرے سے PYA کے مرکزی چیئرمین فرحان گوہر اور آدم پال نے خطاب کیا اور ذمہ داران کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے حکمرانوں کو خبردار کیا کہ اگر ذمہ داران کے خلاف قانونی کارروائی نہیں کی جاتی تو ملک بھر میں ایک احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔ اس موقع پر یونیورسٹی آف مینیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی سے سہیل، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی سے فیض بلوچ، پنجاب یونیورسٹی سے امتیاز احمد اور جاسم علی اور ایف سی کالج سے محمد قاسم گوندل نے بھی رجعتی قوتوں کی اس بزدلانہ کارروائی پر گہرے دکھ اور غصے کا اظہار کیا۔ ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن جناح ہسپتال لاہور کے رہنما اعجاز ایوب اور واپڈا کے مزدور رہنما مقصود ہمدانی نے بھی PYA کے مرکزی رہنما پر حملے کی مذمت کی۔ 10 اپریل کو بہاولپور پریس کلب کے سامنے ایک احتجاج کیا گیا۔ اس احتجاج کا مقصد میر ظریف رند کے گھر پر کیے گئے حملے کی مذمت کرنا تھا۔ اس احتجاج میں زیادہ تر نوجوانوں نے شرکت کی جن میں اخرم اسدی، طلح بن خالد، عدنان، احمد، شہباز، گل شیر، جبران، ناصر، فضیل، راول اور اسد سومرو شامل ہیں۔ ان کا تعلق مختلف تعلیمی اداروں سے تھا۔ اس احتجاج میں جلیل رحمان، یاسر ارشاد، آفتاب، انعم، تنویر حسن، اعجاز لنگاہ، ملک رفیق چنڑ، ساجد چنڑ، طاحرہ جلیل وغیرہ نے بی شرکت کی۔ مظاہرین نے مختلف پلے کارڈز اور بینر اٹھائے ہوئے تھے جن پر ریاست سے کیے گئے مطالبات اور میر ظریف رند کی حمایت میں نعرے درج تھے۔

بقیہ | آدم جی | 3

والی تنخواہیں ہیں۔ انتظامیہ اس عمل کو روکنے کے لیے ایک طرف تو دھونس اور دھمکیوں سے کام لے رہی ہے تو دوسری طرف وہ ورکرز کو انفرادی طور پر لالچ دینے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔ اسی طرح ہر سال کمپنی میں CBA کے چارٹر کے مطابق کمپنی ایک ملازم کو اس کی اہلیہ سمیت حج پر بھیجنے کی بھی پابند ہے لیکن کمپنی کے دو ملازمین مسرت عالم اور خلیل احمد کو وعدے کرنے کے باوجود نہ تو حج کے اخراجات کے برابر ادائیگی کی گئی ہے اور نہ ہی ان کو حج پر بھیجا گیا ہے۔ CBA کے جنرل سیکرٹری عادل کا کہنا تھا کہ وہ محنت کشوں کے حقوق کی لڑائی میں آخری حد تک جائیں گے۔ مزید انہوں نے فیکٹری انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مزدور دشمن رویئے سے باز آ جائے اور محنت کشوں کے حقوق سلب کرنا بند کر دے۔ ورنہ محنت کشوں کے پاس اپنے حقوق منوانے کے کئی راستے ہیں۔

بقیہ | پاناما دستاویزات | 4

ٹیلین ونٹرس کا مالک کون ہے، ایک جزیرہ برطانیہ ورجن میں رجسٹرڈ ادارہ، جس کا آئس لینڈ کے قومایائے ہوئے مالیاتی اداروں پر (اور ریاست پر) 3.5 ملین یورو کا دعویٰ ہے؟ یہ کوئی اور نہیں بلکہ ملک کا وزیر اعظم سِگمندر ڈاویو گنلاؤگ سن ہے یا زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کی بیوی۔ دستاویز کی خبر نکلنے کے 24 گھنٹوں کے اندر، 21 ہزار باشندوں نے (کل آبادی 320,000) ایک آن لائن عرضی پر دستخط کر دئے ہیں جس میں وزیر اعظم کے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بے شک موساک فونیسکا نے یہ تاویل دے کر اپنا دفاع کیا ہے کہ وہ کبھی کسی غیر قانونی سرگرمی میں شامل نہیں رہے کیونکہ بیرونِ ملک یا ٹیکس چھوٹ والے ممالک میں اکاؤنٹ رکھنا قانونی جرم نہیں۔ یہ ایک بڑی مبہم اور گھٹیا دلیل ہے لیکن اگر سرمایہ داروں کے نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عین منطقی ہے۔ پاکستان کا وزیر اطلاعات جو پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کا اس معاملے میں ملوث ہونے کا دفاع کر رہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ”ہر کسی کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے اثاثوں کے ساتھ کیا کرے: انہیں سمندر میں پھینک دے، بیچ دے یا کسی ٹرسٹ فنڈ میں رکھ دے۔ یہ پاکستانی یا بین الاقوامی قانون کی نظر میں کوئی جرم نہیں“۔ بے شک یہ سب سچ ہے اور ان انکشافات کے نتیجے میں شاید ہی کسی پر قانونی چارہ جوئی ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ سرمایہ داری کے اندر بے پناہ دولت بنانا صرف معمول ہی نہیں بلکہ قابلِ ستائش بھی ہے۔ لیکن اگر عوام کی اکثریت کی نظر سے دیکھا جائے جو معاشی جمود اور کٹوتیوں کے بے رحم حملوں سے چور چور ہیں، یہ قابلِ نفرت گھٹیا اقدامات ہیں۔ جہاں نواز شریف کروڑوں ڈالر پاناما میں چھپانے میں مصروف ہے وہیں اس کے ملک کی 60 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے دو ڈالر سے کم یومیہ پر زندہ رہنے پر مجبور ہے۔ تمام تر دنیا میں حکومتیں نہ صرف اس شرمناک گھناؤنے عالمی سرمائے کے سٹے بازی کا تحفظ کرتی ہیں بلکہ فلاحی ریاست، پینشن، صحت اور تعلیم پر شدید کٹوتیاں لگاتے ہوئے اس سے براہ راست فوائد بھی حاصل کرتی ہیں۔ ہر نئے رسوائے زمانہ واقعہ کے بعد سیاست دان 'مالیاتی منڈی کی ضابطہ کاری' کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں لیکن پھر حقیقت میں ریاست پورے سرمایہ دار طبقے کی منتظم کمیٹی کا کردار ادا کرتے ہی نظر آتی ہے۔ برطانیہ کے وزیر خزانہ جارج اوسبورن نے ٹیکس چوری کو 'نا گوار خلاقیات' قرار دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ماساک فونیسکا جن ٹیکس چھوٹ جگہوں کا استعمال کرتا ہے ان میں سے آدھی برطانیہ کے اپنے زیرِ انتظام ہیں۔ برطانیہ کا وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون لندن میں اگلے مہینے ٹیکس چوری پر ایک سربراہ کانفرنس منعقد کرا رہا ہے لیکن موساک فونیسکا سے متعلق اپنے خاندان کی دولت میں کلیدی کردار ادا کرنے کے حوالے سے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکاری ہے۔ یہ انکشافات پوری صورتحال کی غمازی نہیں کرتے۔ موساک فونیسکا ایک پوری انڈسٹری میں صرف ایک ادارہ ہے جس کا مقصد ہی جھوٹ اور فریب کی مدد سے 1 فیصد کی دولت میں اضافہ کرنا ہے۔ موساک فونیسکا کی طرح درجنوں اور ادارے ہیں جن کے اندرونی سرورز پر موجود دستاویز انتہائی دلچسپ ہوں گی جن میں ان عالمی امرا کے کرتوت واضح ہوں گے جو خوش قسمتی سے اس دفعہ ان انکشافات سے بچ گئے ہیں۔ ان انکشافات کا سیاسی پہلو بھی ہے۔ اس تمام تر فاش کی گئی دستاویز کی تفتیش انٹرنیشنل کنسورشیم آف انویسٹی گیٹیو جرنلسٹس (ICIJ) نے کی ہے جو کہ امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن ڈی سی میں واقع ہے اور اس کی فنڈنگ میں فورڈ، کیلوگ، کارنیگی، راک فیلر اور دیگر ادارے شامل ہیں جو طویل عرصے سے امریکی حکمران طبقے کے مفادات کا تندہی سے دفاع کر رہے ہیں۔ ان سب کے علاوہ ICIJ امریکی ادارے US ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلوپمنٹ (USAID) سے بھی فنڈنگ حاصل کرتی ہے جس کا مقصد 'امریکی خارجہ پالیسی کی حمایت میں معاشی، ترقیاتی اور انسانی فلاح کی مدد فراہم کرنا ہے'۔ دوسرے الفاظ میں یہ امریکی حکومت کا حصہ ہیں اور CIA کے ساتھ قریبی تعلق میں کام کرتے ہیں۔ تفتیش کے دوران حاصل کئے شواہد کا زیادہ تر تعلق روسیوں سے ہے جن کے پیوٹن کے ساتھ قریبی تعلقات ہیں۔ شام کے صدر بشار الاسد کا بھی اپنے خاندان کے ساتھ ان شواہد میں کافی ذکر ہے۔ لیکن حیران کن طور پر ایک بھی امریکی سیاستدان یا سرمایہ دار اس فہرست میں شامل نہیں۔ دنیا کے سب سے زیادہ طاقتور اور بدعنوان حکمران طبقہ ہونے کے باوجود یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے کہ امریکی 1 فیصد کم ازکم اتنی ہی ٹیکس چوری نہیں کر رہے جتنا کہ باقی ممالک کے حکمران۔ وکی لیکس (Wikileaks) نے اس نکتہ پر ICIJ پر تنقید کی ہے کہ انہوں نے منکشف ہوئی تمام تر دستاویزات شائع نہیں کی جس کی وجہ سے معلومات میں موجود ان خلاؤں کی تفتیش کی جا سکے۔ یہ ممکن ہے کہ ان انکشافات کے بھرپور ڈرامائی اثر کیلئے موساک فونیسکا کے امریکی گاہکوں کی فہرست بعد میں شائع کی جائے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امریکی حکمران طبقہ کسی اور ادارے کو اپنی دولت چھپانے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ جارج سوروس جو ICIJ کی فنڈنگ کرتا ہے اور ہیلری کلنٹن کی ڈیموکریٹ پارٹی کے بطور صدارتی امیدوار نامزدگی کی تحریک کیلئے کروڑوں ڈالر لگا چکا ہے، اپنے اثر ورسوخ کو معلومات کے شائع ہونے سے روکنے کیلئے استعمال کر رہا ہو، تاکہ اس سے برنی سینڈرز کی تحریک کو تباہ کن مہمیز نہ مل سکے۔ امرِواقع کچھ بھی ہو، پاناما دستاویز نے دوبارہ یہ سچائی عریاں کر دی ہے کہ عالمی مالیاتی مفادات سے جڑا طاقتور سرمایہ دار اور حکمران طبقہ اپنی دولت کی حفاظت اور اس کی بڑھوتری کیلئے متحد ہے۔ واحد حل یہی ہے کہ اس دولت کو محنت کش طبقہ اپنے جمہوری قبضے میں لے۔۔ جو عوام کی اکثریت ہے۔ سادہ الفاظ میں اس کا مطلب ہے ایک سوشلسٹ سماج کی جدوجہد۔

بقیہ | گلگت بلتستان | 5

سے بھی کم بنتی ہے۔ پانچ لاکھ نوجوان بے روزگار ہیں۔ شرح خواندگی صرف 38 فیصد ہے اور 80 فیصد تعلیمی ادارے پرائیویٹ شعبے سے منسلک ہیں۔ صحت کا شعبہ بھی شدید وسائل کی کمی سے دو چار ہے۔ دوران زچگی ایک لاکھ میں سے ایک ہزار خواتین موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں جبکہ یہ تناسب ملک کے دیگر حصوں میں 272 ہے۔ اموات کی یہ شرح شرمناک حد تک زیادہ ہے۔ ڈاکٹر اور آبادی کا تناسب 4100:1 ہے جو کہ ملک کے دیگر علاقوں میں 1212:1 ہے جو کہ عالمی ادارہ صحت کے کم از کم تناسب 1000:1 سے بھی کم ہے۔ آج سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف عالمی سطح پر تحریکیں ابھر رہی ہیں اور امریکہ سمیت یورپی ممالک میں سوشلزم مقبول ترین نعرہ بن چکا ہے۔ پاکستان سمیت تیسری دنیا کے ممالک میں اس زوال پذیری کی کیفیت بھی سب سے زیادہ ہے اور اس کے خلاف نفرت بھی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ دیگر صوبوں کی طرح گلگت بلتستان میں بھی قومی سوال دن بہ دن زیادہ شدت اختیار کر رہا ہے۔ کروڑوں انسان غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ سامراجی جنگوں سے روزانہ لاکھوں انسان لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ کرۂ ارض تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔ اس کا واحد حل سوشلسٹ انقلاب ہے جو محنت کش طبقے کو اس نظام کی ذلتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلا سکتا ہے۔

بقیہ | پاکستان | 6

کہ یہ ادارہ محنت کش چلاتے ہیں۔ اسی طرح مایوس اور بد گمان دانشوروں کو بھی جھنجوڑا کہ محنت کش طبقہ اپنے حقوق کے دفاع کے لیے لڑنے کے لیے تیار ہے۔ اس دوران دیگر اداروں میں جاری نجکاری کیخلاف لڑائیوں سے محنت کشوں کی حمایت آگے کی جانب ایک بہت بڑا اقدم تھا۔ بدعنوان ٹریڈ یونین لیڈروں کے باعث اس ہڑتال کو پھیلایا نہیں جا سکا لیکن یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور اس سے بڑے واقعات سماج کی کوکھ میں پنپ رہے ہیں۔ اسی طرح تعلیم، صحت، واپڈا اور دیگر سرکاری شعبوں کے لاکھوں ملازمین مسلسل احتجاج کر رہے ہیں۔ بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کے خلاف پر تشدد مظاہرے معمول بن چکے ہیں جبکہ صنعتی اداروں میں تنخواہوں کے حصول سے لے کر یونین بنانے تک اور کسانوں کے مطالبات سمیت چھوٹی بڑی لڑائیاں ہزاروں کی تعداد میں اس ملک میں اب بھی جاری ہیں، گو کہ میڈیا میں تصویر کا یہ رخ کبھی پیش نہیں کیا جاتا۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ معاشی محاذ پر جاری ان لڑائیوں کو یکجا کرنے والی اور انہیں سیاسی محاذ کی جانب لے جانے والی کوئی قوت موجود نہیں۔ اس صورتحال میں واضح ہے کہ اس نظام میں کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی موجودہ سیاسی افق پر موجود کوئی بھی قوت ان مسائل کا ادراک رکھتی ہے۔ ایسے میں اس سیاست کی نئی صف بندی ہونے کے امکانات روشن ہیں اور سب سے بڑھ کر نئی سیاسی قوتوں کا ابھرنا ناگزیر ہے۔ نہ صرف بائیں جانب بلکہ دائیں جانب بھی نئی پارٹیوں کے ابھرنے کے امکانات موجود ہے۔ کیونکہ جب تک طبقاتی سماج موجود ہے اس وقت تک دائیں اور بائیں بازو کی متحارب سیاسی قوتوں کا وجود بھی قائم رہے گا۔ اور اسی کے ساتھ محنت کش عوام اپنے مسائل کو سیاسی جدوجہد میں لا کر حل کرنے کا عمل جاری رکھیں گے۔ سماج کی تیزی سے ابتر ہوتی کیفیت وسیع تر پرتوں کو سیاست کی جانب کھینچ کر لائے گی جس میں نوجوانوں کا کلیدی کردار ہو گا۔ یہ عمل ناگزیر طور پر نئی سیاسی قوتوں کو جنم دے گا اور انہیں پروان چڑھائے گا۔ ایسا اس ملک میں یقیناً پہلی دفعہ نہیں ہو گا۔ پہلے بھی مختلف معروضی کیفیات میں نئی پارٹیاں بنی ہیں اور انہیں سماج کے مختلف حصوں کی حمایت ملی ہے لیکن اقتدار میں آ کر ان کی حقیقت بھی عیاں ہو چکی ہے۔ یہ تصور کہ صرف ریاستی پشت پناہی اور دولت سے سیاسی پارٹی بنائی جا سکتی ہے انتہائی بودا اور غیر سائنسی ہے۔ سیاسی پارٹیوں کی بنیاد ان کا پروگرام اور نظریات ہوتے ہیں جو سماج کے کسی مخصوص حصے کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے اس کی حمایت حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت تمام سیاسی پارٹیوں کا ایک ہی پروگرام اور نظریہ ہے جو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی پالیسیوں پر عملدرآمد اور سامراج کی غلامی ہے۔ ان پالیسیوں کے نتیجے میں محنت کش ظلم اور استحصال کی چکی میں پستے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ محنت کش سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر چکے ہیں اور یہی سیاسی قیادتیں ان کا مقدر ہیں حقیقت پر مبنی نہیں۔ اگر ایک سروے کے مطابق آج صرف بارہ فیصد لوگ سیاست میں دلچسپی لیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ لوٹ مار کی سیاست بے نقاب ہو چکی ہے اور محنت کش عوام کی اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن انہیں اپنے مسائل حل کروانے اور روٹی، کپڑا، مکان، روزگار، تعلیم اور علاج کے حصول میں بہت گہری دلچسپی ہے جس کے لیے وہ خود سیاست میں حصہ لیں گے اور اپنے ہاتھوں سے نہیں اپنے پیروں سے ووٹ ڈالیں گے۔ وہ اس تمام مظالم کیخلاف علمِ بغاوت بلند کریں گے اور اس لوٹ مار کا حساب لیں گے۔ اس حکمران طبقے کا احتساب محنت کشوں کی عدالتوں میں ہی ہو گا جو چوکوں اور چوراہوں میں لگا کر سزائیں سنائی جائیں گی۔ وہ وقت دور نہیں جب محنت کش اپنے پر ہونے والے تمام جبر کا انتقام لیں گے اور اس نظام کو چیلنج کریں گے۔ ایسے وقت میں اگر مارکسی نظریات سے لیس انقلابی سوشلزم کے نظریات پر کاربند ایک منظم قوت موجود ہوتی ہے تو اس نظام کو ہمیشہ کے لیے دفن کر کے ظلم، ناانصافی اور طبقات سے پاک ایک نئے سماج کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ یقیناً ایک سوشلسٹ انقلاب ہی محنت کشوں کو اس آشوب سے نجات دلائے گا۔

بقیہ | نوجوان | 7

پر پابندی کی وجہ سے جہاں طلبہ ماضی کی شاندار سیاسی روایات سے ناواقف ہیں تو دوسری طرف روز بروز بڑھنے والے مسائل مہنگائی، بیروزگاری، ہاسٹل اور ٹرانسپورٹ کے مسائل، ڈسپلن کے نام پر ہونے والا جبر، یہ سب ان کے شعور میں تیز ترین تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے۔ آج نوجوانوں کی جانب سے عمومی سیاست سے بیزاری اور نفرت کا اظہار اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ان سیاسی نورا کشتیوں سے تنگ آ چکے ہیں کیونکہ کسی بھی سیاسی جماعت کے پاس دھوکوں کے سوا نوجوانوں کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ چند سال پہلے تحریک انصاف کی شکل میں بننے والا بلبلہ جس نے درمیانے طبقے کے نوجوانوں کو تحریک دی جلد ہی بیٹھ گیا اور آج نوجوان تحریک انصاف سے بھی اتنی ہی نفرت کرتے ہیں جتنی مسلم لیگ سے یا پیپلز پارٹی سے۔ ایسے میں یہ نوجوان نئے نظریات کی جانب راغب ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے ان مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جس شدت سے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے اس کے ساتھ ہی نوجوانوں میں انفرادیت پسندی اور کیرئیرازم کی طرف رجحان بھی بڑھتا ہے مگر یہ کیفیت لمبے عرصے تک برقرار نہیں رہ سکتی کیونکہ اس نظام میں ان کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ آج نوجوان اس نتیجے تک پہنچ چکے ہیں کہ ان مروجہ پارٹیوں کے پاس مسائل سے نبٹنے کا کوئی واضح پروگرام موجود نہیں ہے سو ایسے میں کسی نئے متبادل کی تلاش اور جستجو بھی تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ آج پاکستان کے بڑے تعلیمی اداروں میں بکھری بکھری اور چھوٹی چھوٹی تحریکیں دیکھنے کو مل رہی ہیں جو مستقبل کے واقعات کا عندیہ بھی دے رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ طلبہ خود کو منظم کریں اور اس کے لئے پہلا قدم طلبہ یونین کی بحالی کی جدوجہد ہے جس میں ان کی براہ راست شمولیت ہو گی۔ اور طلبہ یونین کی بحالی سے نہ صرف نظریاتی سیاست کا احیا ہو گا بلکہ تعلیمی اداروں میں ایک مثبت بحث و مباحثے کا آغاز بھی ہو گا جو نہیں اس نظام کی حرکیات کو سمجھنے میں بھی مددگار ثابت ہو گا اور وہ ریڈیکل نظریات کی جانب راغب ہوں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا بھر میں ابھرنے والی تحریکوں کی ابتدا انہی نوجوانوں سے ہوتی ہے، یہی نوجوان جب حرکت میں آتے ہیں تو سماج کے دوسرے پسے ہوئے طبقات کو بھی تحرک میں لاتے ہیں۔ آج اس بربریت میں یہی نوجوان روشن مستقبل کی نوید ہیں۔ نوجوان مستقبل ہیں!

بقیہ | PIA | 8

اور محنت کشوں کی وسیع تر پرتوں اور مختلف اداروں کے ساتھ جڑت کی کمی ہے۔ آنے والے دنوں میں PIA کے محنت کش دوبارہ تحریک میں اتریں گے اور اگر ان تمام کمزوریوں پر قابو پاتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں PIA کی نجکاری کا خاتمہ ہو گا وہیں پر نجکاری کمیشن اور نجکاری کی وزارت کا بھی ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے گا۔

بقیہ | بلدیہ ٹاؤن | 9

گڈانی میں پینے کا صاف پانی، علاج معالجے کی بنیادی سہولیات اور حادثے کی صورت میں ابتدائی طبی امداد سے محروم ہیں۔ سہولیات کی عدم فراہمی اور ہیلتھ اور سیفٹی نہ ہونے کی وجہ سے آئے روز حادثات ہوتے ہیں اور محنت مشقت کرتے ہوئے مزدور موت کا شکار ہو جاتے ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ احتجاجی مظاہرے میں مزدور راہنما ثناء بلوچ، شبیر حمزہ لانگو، عبدالصمد اور گڈانی شپ بریکنگ کے محنت کشوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔

بقیہ | صدیق سنز | 10

ہی جنبش سے بغیر نوٹس و اطلاع کے نکال باہر کر دیا۔ لیکن فیکٹری انتظامیہ نے ان کی خدمات کے بدلے مزدوروں کے لیے گیٹ ہی بند کر دیا۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ مورخہ 11-4-2016ء کو فیکٹری انتظامیہ نے ورکروں کو مذاکرات کی دعوت دی۔ جس کے بعد نمائندہ وفد نے بتایا کہ کمپنی انتظامیہ کے ساتھ کامیاب مذاکرات ہوئے اور کمپنی انتظامیہ نے مزدوروں کی بحالی کا اشارہ دیا ہے۔ مزدوروں نے بتایا کہ اگر کمپنی انتظامیہ نے اپنے وعدے پورے نہ کیے تو دوباہ کمپنی انتظامیہ کے خلاف شدید احتجاج کیا جائے گا۔ جس کی تمام ذمہ داری انتظامیہ پر عائد ہو گی۔ معاہدے کے مطابق انتظامیہ مزدوروں کو سوشل سکیورٹی اور EOBI میں رجسٹر کرانے کی پابند ہو گی۔

بقیہ | برنی سینڈرز | 11

چھٹکارا حاصل کرنے کا پروگرام تو اس کے پاس نہیں لیکن اپنے آپ کو 'سوشلسٹ ڈیموکریٹ' کہنے والے سینڈرز کی ساری کمپین بڑے مالیاتی اداروں اور بینکوں میں بے پناہ ٹیکس چوری، انتخابات میں شدید کرپشن، بے روزگاری، سہولیات زندگی کی عدم دستیابی، امیروں اور غریبوں میں بڑھتی بے پناہ خلیج، امریکی سامراجی جنگوں اور ایک فیصد حکمرانوں کی لوٹ مار کے خلاف ہے جس کی وجہ سے اسے عوام میں زبردست حمایت اور پذیرائی مل رہی ہے۔ امریکی صدارتی امیدوار کے انتخاب کے پیچیدہ عمل کی دوڑ میں وہ اپنی مد مقابل حکمران طبقے کی منظور نظر ہیلری کلنٹن کو گزشتہ آٹھ میں سے سات امریکی ریاستوں کے مقابلوں میں پاپولر ووٹ لے کر ہرا چکا ہے اور ابھی بھی دوڑ جاری ہے۔ ڈیموکریٹ پارٹی کی افسر شاہی، امریکی حکمران طبقہ اور امریکی سامراجی قوتیں سینڈرز کے پارٹی کے بطور صدارتی امیدوار منتخب ہونے کے شدید خلاف ہیں جبکہ سالوں سے پستی چلی آ رہی عوام کیلئے وہ اس وقت امید کی کرن ہے۔ آنے والے دنوں میں امریکی سیاست میں بڑے بڑے طوفان آنے کے امکانات ہیں جن میں سیاسی پارٹیوں کی ٹوٹ پھوٹ اور نئی پارٹیوں کے ابھار کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

واپڈا: آندھیوں میں جلتا چراغ!

تحریر: مقصود ہمدانی

دنیا بھر میں سرمایہ دارانہ نظام اس وقت زوال کا شکار ہے۔ یہ نظام اب انسانی سماج کو آگے بڑھانے کی طاقت کھو چکا ہے۔اس کے سیفٹی والو بھی اب آہستہ آہستہ ختم ہو چکے ہیں اور یہ زائد پیداواریت کا شکار ہو چکا ہے۔ پھر بھی یہ تمام انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق دینے سے قاصر ہے۔ دن بدن محنت کش طبقے کے حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں تو دوسری طرف ملٹی نیشنل کمپنیوں اور سرمایہ داروں کی دولت بڑھتی جا رہی ہے۔صرف 65افراد کے پاس اتنی دولت ہے جتنی باقی آدھی دنیا کے پاس۔ دولت کا ارتکاز اتنا بڑھ چکا ہے۔دوسری طرف تعلیم اور صحت جیسی بنیادی سہولیات بھی میسر نہیں۔حکمران اشرافیہ ان ہی سرمایہ داروں کا سرمایہ استعمال کر کے خود حاکم بنتی ہے اور ان کے لئے ہی قوانین بنائے جاتے ہیں۔قوتِ خرید ختم ہونے سے منڈی کا حجم بھی کم ہوتا جاتا ہے اور منافع بھی۔تب ان کی نظریں ایسے عوامی اداروں پر آٹکتی ہیں جو محنت کشوں نے اپنی محنت سے بنائے ہیں اور عوام کی سہولیات کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ منافع کمانے کے لئے۔ان اداروں کو پہلے مختلف طریقوں سے برباد کیا جاتا ہے اور بعد میں ان کو اونے پونے داموں اپنے ہی سرمایہ دار بھائیوں کو تھما دیا جاتا ہے۔یونان میں 50ارب یورو سے زائد کے قومی اثاثے فروخت کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔اسی طرح برطانوی حکمرا نیشنل ہیلتھ سروس کو پرائیویٹائز کرنے کی طرف جا رہے ہیں۔پاکستان میں بھی 240 کے قریب قومی اور عوامی اثاثے فروخت ہو چکے ہیں جن میں بینک، سیمنٹ کے کارخانے اور دوسرے ادارے شامل ہیں۔اب اس وقت 68 کے قریب مزید اداروں کو فروخت کرنے کا منصوبہ تیار ہے جس میں سٹیل مل، OGDCL، پاکستان پوسٹ، ریلوے، PIA، اور واپڈا شامل ہیں۔اس میں PIA کے مہنگے ہوٹل اور ریلوے کی زمین کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔واپڈا کا ادارہ جو کہ 1958ء میں معرضِ وجود میں آیا جو کہ پورے ملک کو بجلی مہیا کرتا ہے۔اِس کے دلیر اور بہادر محنت کش اپنی جانیں دے کر اس ملک کے 110 اضلاع کو روشن کرتے ہیں۔یہ پاکستان کا سب سے بڑا ادارہ ہے اور پورے ملک کو آپس میں جوڑے رکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔لیکن اس ادارے کو بھی 1998ء میں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا تا کہ بعد میں ایک ایک حصے کو علیحدہ علیحدہ فروخت کیا جا سکے۔اور اس کی کارکردگی بہتر بنانے کے نام پر مختلف کمپنیوں میں بانٹ دیا گیا۔اصل میں یہ کام محنت کشوں کی طاقت اور ان کے اتحاد کو تقسیم کرنے کے لئے کیا گیا تا کہ مزدوروں کی مزاحمت سے بچا جا سکے۔ واپڈا کی نجکاری میں پہلے 1996ء میں کوٹ ادو اور 2011ء میں کراچی الیکٹرک کمپنی (KESC) کو پرائیویٹائز کیا گیا جس میں محنت کشوں نے بھرپور مزاحمت کی اور حکومت کو مشکل میں ڈال دیا لیکن ٹریڈ یونین لیڈرشپ کی غداری اور کمزوری کی وجہ سے ان کو نہ بچایا جا سکا۔اور اس کے نتیجے میں KESC کے 7000 مزدور بے روزگار ہو گئے۔اس وقت بھی واپڈا کی تین کمپنیوں کو نجکاری کی لسٹ پر رکھا گیا ہے جس میں لیسکو، فیسکو اور آئیسکو شامل ہیں اور واپڈا کے محنت کش پچھلے دو سال سے نجکاری کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔اور اس دوران دو بار اسلام آباد جا کر احتجاج بھی کیا جا چکا ہے لیکن لیڈرشپ کی طرف سے کوئی واضح لائحہ عمل اور پروگرام نہ ہونے کی وجہ سے پورے ملک سے اکٹھے ہونے والے مزدور مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔اس کے علاوہ ہر بدھ کو پورے ملک میں پریس کلبوں کے سامنے احتجاج کیا گیا جس سے مزدوروں کے حوصلے پست ہوئے اور ہر دفعہ صرف تقریریں اور قراردادیں پاس کرنے کے بعد حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔مزدوروں کے دباؤ پر ہڑتال کی کال دی گئی لیکن پھر ایک بار لیڈرشپ نے اپنی بدنیتی دکھائی اور صرف وزیرِاعظم سے ملاقات کے بعد ہڑتال توڑنے کا اعلان کر دیا۔حالانکہ نہ تو نجکاری کے خاتمے کا اعلان کیا گیا اور نہ ہی کوئی تحریری معاہدہ ہوا۔اور اس پر ظلم یہ کہ ہڑتال کے دنوں کا کام صرف ایک دن میں نمٹانے کو کہا گیا جس پر محنت کش بد دل ہو کر مایوسی کے عالم میں لاتعلق ہو گئے اور یوں تحریک پیچھے چلی گئی۔لیکن اسی اثنا میں حکومت کی طرف سے نجکاری کے تمام عمل کو مکمل کر لیا گیا ہے تا کہ مناسب موقع پر ان کمپنیوں کو بآسانی بیچا جا سکے۔

اس وقت مزدوروں کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے محنت کشوں کو خود آگے بڑھ کر نجکاری مخالف کمیٹیاں تشکیل دینا ہوں گی اور آپس میں اتحاد کو بڑھانا ہوگا۔سیاسی پارٹیوں کی قیادتوں سے کسی حمایت کی امید کرنا خام خیالی کے سوا کچھ نہیں ہوگا کیونکہ یہ تمام تر پارٹیاں اس وقت اقتدار میں کسی نہ کسی طرح براہ راست شریک ہیں اور سبھی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی سامراجی مالیاتی پالیسیاں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ہمیں آگے بڑھ کر لڑنا ہوگا اور آنے والے کل کو روشن کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرنی ہوگی۔سچے جذبوں کی قسم آخری فتح ہماری ہوگی۔

پی آئی اے کی تحریک؛ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

تحریر: ولید خان

پاکستان میں نجکاری کی پالیسی پر 1968-69ء کی شاندار اور تاریخی عوامی تحریک کے پسپا ہونے کے بعد 1988ء سے لگاتار عمل کیا جا رہا ہے۔حکومت چاہے کسی کی ہو، اس پالیسی کو نا کبھی روکا گیا اور نا ہی کوئی ردوبدل ہوئی بلکہ اس پالیسی میں تواتر کے ساتھ تیزی ہی آتی گئی ہے اور اب نظام کے شدید بحران کے نتیجے میں عمل کو تیز تر کر کے 68 اداروں کی نجکاری کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔انہی کاسہ لیسیوں کا شکار PIA ہے جس کی کئی سالوں سے نجکاری کرنے کو کوشش کی جا رہی ہے۔ پچھلی تین دہائیوں میں ائر لائن کو جس طرح ممکن تھا اپنے حواریوں اور ٹوڈیوں کو مینجمنٹ کی کرسیوں پر بٹھا کر بے رحمی سے لوٹا گیا یہاں تک کہ دو سابقہ ایم ڈی اس لوٹ مار سے اپنی ائر لائنز بنا گئے ہیں۔پی آئے اے دہائیوں پہلے دنیا کی چوٹی کی ائر لائنز میں شامل ہوتی تھی۔اس ائر لائن نے نا صرف ایشیا کے اندر کئے جدتوں میں اپنا نام بنایا بلکہ مشرق وسطیٰ سے لے کر افریقہ تک بیسیوں قومی ائر لائنز کو بنانے اور کھڑا کرنے میں فعال کردار ادا کیا ہے۔

PIA کی بربادی کی داستان 1992-93ء میں اوپن سکائی (Open Sky) پالیسی کے اجرا سے شروع ہوئی جس کے تحت غیر ملکی ائر لائنز کو قومی ائر لائن کے ساتھ ملکی اور غیر ملکی روٹس پر مسابقت کی اجازت مل گئی۔نجی اور غیر ملکی ائر لائنز کو ترجیحی بنیادوں پر تمام سہولیات دینے کے ساتھ ساتھ PIA کی لوٹ مار سے ائر لائن جہاں کمزور اور برباد ہوئی وہیں 2007-08ء کے عالمی معاشی بحران سے اس تباہی کو مہمیز ملی اور ائر لائن قریب المرگ ہی ہو گئی۔ایسے میں ہمیشہ کی طرح سرمایہ داروں کے غمگسار اور مزدور دشمن ادارے IMF نے ائر لائن کو بیچنے کا نسخہ دیا جس پر حکمران پچھلے چند سالوں سے کاربند ہیں۔2013ء ن لیگ کی حکومت آتے ہی زیادہ سختی اور تندہی سے نجکاری کی پالیسی پر عمل پیرا ہوئی کیونکہ گہرے ہوتے عالمی بحران کی وجہ سے اب تاخیر یا تردد کی گنجائش نہیں ہے۔اس سلسلے میں حکومت وقتاً فوقتاً مختلف اداروں کی نجکاری کی کوشش کرتی ہے مگر نیچے سے محنت کشوں کی شدید مزاحمت کی وجہ سے پیچھے ہٹ کر کسی دوسرے ادارے پر زور آزمائی کی کوشش کرتی ہے۔IMF کے ساتھ معاہدے کے مطابق 2014ء دسمبر تک PIA کی نجکاری کرنی تھی جسے حکومت نے تین مرتبہ موخر کروایا ہے مگر اب گنجائش موجود نہیں۔ حکومت نے پہلے صدارتی آرڈیننس کے ذریعے PIA کو پرائیویٹ کمپنی میں تبدیل کیا جس کی مخالفت سینیٹ میں ہونے کے بعد آرڈیننس کو بل میں تبدیل کر دیا گیا اور اسے بحث کیلئے پارلیمان میں پیش کر دیا گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ کوئی بھی سیاسی جماعت چاہے اس کا کوئی بھی نام یا ڈھونگ ہو، نجکاری کے خلاف نہیں۔ اگر کسی سیاسی جماعت کی طرف سے نجکاری کی مخالفت سامنے آتی ہے تو وہ صرف اس لئے کہ لٹتے بکتے ادارے میں کس کا حصہ کتنا ہوگا۔PIA میں مختلف ڈیپارٹمنٹس کی یونینوں نے نجکاری کے خلاف جدوجہد کو منظم کرنے کیلئے جوائنٹ ایکشن کمیٹی پی آئی اے ایمپلائز (JAC-PIAE) تشکیل دی۔PIA کے محنت کش 2015ء دسمبر سے نجکاری کے خلاف وقتاً فوقتاً احتجاج کرتے رہے ہیں لیکن بل کے معاملے کے پیش ہونے کے بعد 2 فروری 2016ء تک حکومت کو الٹی میٹم دیا گیا جس کے بعد فلائٹ آپریشن بند کرنے کا عندیہ دیا گیا۔حکومت نے مکمل ہڑتال کو روکنے کی کوشش میں 'لازمی سروسز ایکٹ' نافذ کر دیا جس کی رو سے ہڑتال غیر قانونی اور تمام یونینیں غیر فعال کر دی گئیں۔ حکومت کے ٹس سے مس نہ ہونے کے نتیجے میں پورے ملک کے ائر پورٹس میں ٹرمینلز کی طرف مارچ کا اعلان کیا گیا جس کی شروعات کراچی میں ٹرمینل کی طرف مارچ سے ہوئی۔درندہ صفت ن لیگ اور پی پی پی کی سندھ حکومت نے ملی بھگت کر کے پولیس اور رینجرز کے ذریعے پرامن نہتے کارکنوں پر لاٹھی چارج، آنسو گیس شیلنگ اور آخر میں گولیاں چلوائیں جس کے نتیجے میں دو کارکن شہید ہو گئے۔اس واقعہ کے فوراً بعد PIA کے محنت کشوں نے پورے ملک میں تمام فلائٹ آپریشن، گراؤنڈ ورک اور ٹکٹ آفس بند کر دئے۔ نیچے سے اتنا بے پناہ دباؤ تھا کہ پائلٹس کی یونین پالپا کو درمیان میں آ کر فلائٹس کا مکمل بائیکاٹ کرنا پڑا۔عام ورکرز نے جدوجہد میں کوئی کس نا چھوڑی۔ بالآخر 10 فروری کو ایک 'نامعلوم' ہمدرد کے کہنے پر احتجاج ختم کر دیا گیا! یہاں اس ہڑتال سے ہمیں سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ آنے والے وقت میں زیادہ فعال طریقے سے جدوجہد کو آگے بڑھایا جائے۔

مکمل ہڑتال کیلئے PIA کی زیادہ تر قیادت رضامند نہیں تھی لیکن دو کارکنوں کی شہادت کے بعد عام ورکروں کے شدید دباؤ میں مکمل ہڑتال کی طرف جانا پڑا جس سے مقامی اور ملکی قیادت دولخت ہو گئی اور ملکی قیادت حکومت کی گود میں جا بیٹھی۔ قیادت میں پھوٹ کے باوجود محنت کشوں نے اس تحریک کو آگے بڑھایا اور قیادت کو مجبور کیا کہ وہ ہڑتال کو جاری رکھیں۔ ہڑتال شروع ہونے کے اگلے دن اسحاق ڈار دوڑا دوڑا اپنے سامراجی آقاؤں IMF سے ملنے دبئی پہنچا اور پیری پڑنے کے نتیجے میں حکومت کو نجکاری کے لئے دسمبر 2016ء تک کی مہلت مل گئی۔تمام سیاسی جماعتیں صرف شہید ہوئے کارکنان کیلئے زبانی جمع خرچ کرتے رہے اور نجکاری کا ذکر تک نہیں کیا۔ قیادت نے جب ہڑتال ختم کی اس وقت تک نہ تو کوئی مذاکرات ہوئے تھے اور نہ ہی کوئی لکھا ہوا معاہدہ۔ صرف اس بچگانہ دلاسے پر قیادت نے ہڑتال ختم کر دی کہ ہماری جائز شکایات پر کھلے دل سے غور کیا جائے گا! لڑاکا اور ایماندار قیادت کا فقدان، ٹھوس لائحہ عمل کی کمی، جارحانہ حکومتی ہتھکنڈوں، کسی بھی سیاسی حمایت کا نا ہونا، باقی اداروں کے ساتھ نہ شامل ہونے کی وجہ سے تحریک کا تنہا رہ جانا اور اعصابی تھکن کا شکار ہونے کی وجہ سے ہڑتال ختم ہوئی۔

جہاں ہڑتال کی خامیاں سامنے آئی ہیں وہیں پر ہمیں اس ہڑتال کے مثبت اثرات کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ PIA نے آٹھ دن تک مکمل ہڑتال کئے رکھی جس کی وجہ سے باقی اداروں کے محنت کشوں کو بے پناہ ہمت و حوصلہ ملا۔ پہلی مرتبہ باقی اداروں خاص کر واپڈا اور ریلوے میں عام ورکر نے عام ہڑتال کا سوال اٹھایا۔مختلف اداروں کے عام ورکرز نے ہڑتال کی حمایت میں ملک بھر میں یکجہتی احتجاج کئے۔لیکن ٹھوس بنیادوں پر باقی اداروں کی حمایت حاصل نہ کرنا بھی ایک بہت بڑی خامی رہی۔ یہ محنت کشوں کی قربانیاں اور حوصلہ تھا جس کے آگے حکومت کو گھٹنے ٹیک کر مزید چھ ماہ کیلئے نجکاری کو موخر کرنا پڑا۔ تاحال حکومت کی نجکاری کی پالیسی کا شیرازہ بکھرا پڑا ہے جس کی وجہ سے وہ مزید اداروں خاص کر واپڈا کی لاہور، فیصل آباد اور اسلام آباد کی کمپنیوں کی نجکاری پر عملدرآمد نہیں کر سکی۔

تاحال حکومت کا PIA کے حوالے سے انتہائی انتقامی رویہ ہے جس میں تقریباً 305 شو کاز نوٹس، زبردستی تبادلے اور مختلف نوعیت کی تادیبی کاروائیاں شامل ہیں۔ ورکروں کو ہراساں کرنے کیلئے ایک نئی نام نہاد ائر لائن کا اجرا کیا جا رہا ہے جو صرف کاغذوں میں ہی پنپ رہی ہے۔ سیاسی جماعتوں کے حالیہ بیانات سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نجکاری کے معاملات طے پا چکے ہیں اور پارلیمان سے ہمیشہ کی طرح مزاحمت کے امکانات نہیں۔حکومت اب دوبارہ سے نجکاری کے عمل کو تیز کرنے کیلئے کمربستہ ہو رہی ہے اور آئے دن نت نئے بیانات داغے جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی نجکاری بل دوبارہ پیش ہو گیا ہے۔

PIA کے محنت کشوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ان میں ہمت، حوصلے اور بہادری کی کمی نہیں۔اپنی تحریک میں جانوں کا نذرانہ پیش کر کے محنت کشوں نے ثابت کیا ہے کہ نجکاری کے خلاف وہ آخری حد تک جانے کو تیار ہیں۔مسئلہ قیادت میں اعتماد کا فقدان، قیادت کا بذاتِ خود انتشار اور ذاتی مفادات کیلئے جھکاؤ (بقیہ 8، صفحہ 10)

عبوری پروگرام

انقلابی آئین ساز اسمبلی کا قیام

محنت کشوں کے حقیقی نمائندوں پر مشتمل آئین ساز اسمبلی کا قیام جو منتخب عوامی پنچایتوں کے جمہوری کنٹرول پر مبنی ایسے معاشرے کو تشکیل دے جس سے تمام عوام کو بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی یقینی ہو سکے۔

محنت کش عوام

تمام محنت کشوں کی تنخواہ افراطِ زر سے منسلک کم از کم ایک تولہ سونے کے برابر کی جائے۔اور تمام بنیادی سہولتوں کی عوام کو مفت فراہمی۔ ہفتہ وار کام کے اوقات کار کو پینتیس گھنٹے کر کے ہر مزدور کو ہفتہ وار دو چھٹیاں دی جائیں۔ چائلڈ لیبر کا مکمل خاتمہ۔

صنعت و معیشت

نجکاری اور ڈاؤن سائزنگ کا مکمل خاتمہ۔تمام قومی اور سامراجی اثاثوں کو ضبط کر کے مزدوروں کے جمہوری کنٹرول اور انتظام میں دینا۔تمام سامراجی قرضوں کی واپسی سے انکار۔سامراجی جبر کے خلاف جدوجہد کو ناقابلِ مصالحت طبقاتی بنیادوں پر منظم کرنا۔

غریب کسان

تمام جاگیروں کی مزاروں میں تقسیم۔اجتماعی کاشتکاری کا فروغ اور جدید ٹیکنیکی بنیادوں پر زرعی انقلاب۔

نوجوان

روزگار کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے بے روزگاری کی صورت میں کم از کم پندرہ ہزار روپے بے روزگاری الاؤنس۔طبقاتی نظامِ تعلیم کا مکمل خاتمہ اور تمام سطحوں پر مفت تعلیم۔طلبہ یونین سازی پر عائد تمام پابندیوں کا فی الفور خاتمہ۔سولہ سال کی عمر میں ووٹ کا حق۔

خواتین

تمام رجعتی اور کالے قوانین کا مکمل خاتمہ۔محنت کش خواتین کو تمام شعبوں میں مساوی حقوق اور نمائندگی۔زچگی کے دوران مکمل تنخواہ سمیت چھ ماہ کی رخصت، گھریلو اور صنعتی محنت میں تفریق کا خاتمہ۔

مذہبی اقلیتیں

مذہبی اقلیتوں کو برابری کے حقوق۔سماجی و ثقافتی تعصب اور جداگانہ طریق انتخاب کا خاتمہ۔ریاست کو مذہب سے الگ کرنا۔

قومی مسئلہ

مظلوم قومیتوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرنا اور قومی آزادی کی تحریکوں کو طبقاتی جدوجہد سے منسلک کرتے ہوئے برصغیر و جنوبی ایشیا کی رضاکارانہ سوشلسٹ فیڈریشن کا قیام جو تمام قومی و ثقافتی حقوق کی ضامن ہو۔

فوج

فوج میں کمیشن سسٹم کا خاتمہ۔افسران اور سپاہیوں کی مساوی تنخواہیں اور مراعات۔تمام افسران کا سپاہیوں کی کمیٹیوں کے ذریعے انتخاب۔ایٹمی اور روایتی ہتھیاروں کا خاتمہ۔

خارجہ پالیسی

خارجہ پالیسی کی طبقاتی بنیادوں پر استواری۔سامراجی گماشتگی اور قومی شاونسٹ طرز کی خارجہ پالیسی کو مسترد کرنا۔محنت کشوں کو بین الاقوامی مزدور تحریک سے منسلک کرتے ہوئے عالمی سوشلزم کی جدوجہد کو تیز کرنا۔

پشاور یونیورسٹی میں تحریک تمام مطالبات کی منظوری تک جاری رہے گی: MTM کامریڈ عابد

ایوننگ شفٹ کی فیسوں کا کم کر کے مارننگ شفٹ کے برابر کر دیا جانا تحریک کی ایک بڑی کامیابی ہے

پشاور یونیورسٹی کے طلبہ گزشتہ کئی مہینوں سے اپنے بنیادی مسائل کے حل کے لئے تحریک چلائے ہوئے ہیں

پشاور (نمائندہ ورکرنامہ) پشاور یونیورسٹی کے طلبہ گزشتہ کئی مہینوں سے اپنے بنیادی مسائل کے حل کے لئے تحریک چلائے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالبات کو تسلیم کرنے کا عندیہ کچھ ماہ پہلے یونیورسٹی انتظامیہ نے دیا تھا، تاہم عملی اقدامات تک انتظامیہ کی نیت مشکوک ہے اور قوی امکان یہی ہے کہ تحریک کو ٹھنڈا کرنے کے لئے مطالبات تسلیم کرنے کا (بقیہ 3، صفحہ 9)

سرکٹ ہاؤس کنٹریکٹ ملازمین کو مستقل کیا جائے

ضلع آواران

شبیر حمزہ لانگو

آواران سرکٹ ہاؤس کی آسامیاں کافی عرصے سے خالی پڑی ہیں مگران ملازمین کو مستقل ملازمتیں نہیں دی جارہی ہیں۔

گزشتہ وزیراعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان ملازمین کو مستقل کردے گا مگر وہ وعدہ کبھی وفا نہیں ہوا

حب (نمائندہ ورکرنامہ) ضلع آواران کے سیاسی اور سماجی کارکن شبیر حمزہ لانگو، شوکت عمر، انور غفور، علی جان لانگو، دلاور حمزہ لانگو، نصیر احمد، نعیم جان لانگو نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ آواران ڈسٹرکٹ سرکٹ ہاؤس کے ملازمین کافی عرصہ سے دن رات ایمانداری سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ آواران سرکٹ ہاؤس کی (بقیہ 4، صفحہ 9)

لاہور: سوشلسٹ اپیل برطانیہ کے ایڈیٹر راب سیول پی آئی اے کے یونین رہنماؤں کے ساتھ

پی آئی اے کے مزدور راہنماؤں سے راب سیول کی ملاقات

پی آئی اے کی حالیہ ہڑتال نا صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے لئے مثال تھی

لاہور (نمائندہ ورکرنامہ) گزشتہ عرصے میں پی آئی اے کے محنت کشوں نے نجکاری کے خلاف جنگ میں ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔ آٹھ دن تک پورے ملک میں تمام پروازیں بند کر کے انہوں نے اس ریاست اور حکمران طبقے کو چتاونی دی کہ اگر محنت کش طبقے پر حملے کیے جائیں گے تو وہ اس کا جواب دینا (بقیہ 7 صفحہ 9)

کوٹ لکھپت صنعتی علاقہ میں مزدوروں کے تلخ حالات

یہاں 10 ہزار خواتین سمیت 50 ہزار سے زائد محنت کش کام کرتے ہیں

لاہور (نمائندہ ورکرنامہ) آج پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام اپنے زوال کے عہد میں ہے اور اس زوال کی قیمت پوری دنیا میں محنت کش طبقہ کو ادا کرنی پڑرہی ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں، جہاں پہلے ہی سرمایہ داری (بقیہ 5، صفحہ 9)

لاہور: ایک روزہ ریجنل مارکسی سکول کا انعقاد

بالشوازم راہ انقلاب اور اسٹالنزم کا ابھار اور زوال کے موضوعات پر بحث

لاہور (عدیل زیدی نمائندہ ورکرنامہ) 10 اپریل 2016ء بروز اتوار، لاہور میں پروگریسیو یوتھ الائنس (PYA) کے زیر اہتمام ایک روزہ مارکسی اسکول کا انعقاد کیا گیا جس میں مختلف تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے (بقیہ 6، صفحہ 9)

پاکستان کے سب سے بڑے انڈسٹریل شہر میں ہیوی ٹرانسپورٹرز پارکنگ سے محروم، رشوت دینا ضروری ہوگیا

کراچی (نمائندہ ورکرنامہ) کراچی پاکستان کا سب سے بڑا صنعتی شہر ہے مگر منصوبہ بندی کا فقدان اس میں بسنے والے لوگوں کے مسائل میں بے جا اضافہ کررہا ہے۔ کراچی میں بڑی ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے پاس تو اپنی نجی پارکنگ ہے مگر چھوٹے ٹرانسپورٹر اس سہولت سے محروم ہیں۔ کئی کئی دن تک اگر کوئی بکنگ نا ملے تو ان کو کراچی میں سڑکوں پر (بقیہ 8، صفحہ 9)

لانڈھی انڈسٹریل ایریا میں تولیہ بنانے والے محنت کشوں سے ناانصافی کا بازار گرم، لیبر ڈپارٹمنٹ خاموش تماشائی

کراچی (نمائندہ ورکر نامہ) لانڈھی انڈسٹریل ایریا میں دارالعلوم کے نزدیک ایک چھوٹی تولیہ فیکٹری ہے جس میں 25 کے قریب مزدور کام کرتے ہیں۔ فیکٹری میں کام کرنے والے ایک مزدور نے بتایا کہ وہ روزانہ 100 کلوگرام تولیے کے چاروں طرف لگنے والا گولہ لگاتا ہے جبکہ اسے فی کلوگرام فقط 4 روپے دیئے جاتے ہیں۔ اس حساب سے تو ماہانہ اجرت کم از کم سرکاری اجرت سے بھی کم بنتی ہے۔ اس نے (بقیہ 9، صفحہ 9)

کراچی لیبر کورٹ نمبر 1، 2، 3، اور 4 کے زیر سایہ استحصال کا بازار گرم

ورکرز ویلفیئر کینٹین نمبر 1 پر کام کرنے والے ایک مزدور کی تنخواہ صرف 8 ہزار

کراچی (رپورٹ: میزان راہی) کراچی لیبر کورٹ 1، 2، 3، اور 4 سے منسلک ورکرز ویلفیئر کینٹین نمبر 1 پر کام کرنے والے ایک مزدور کی تنخواہ صرف 8 ہزار، نہ لیبر ججوں نے توجہ دی اور نہ محتسب اعلیٰ نے دادرسی کی۔ (بقیہ 10، صفحہ 9)

ایوری ڈینیسن پیکسار کا تاریخی چارٹر آف ڈیمانڈ پیش: ارشاد احمد

ان مطالبات کی منظوری کے لیے 24 مارچ کو بحث کو آگے بڑھایا جائے گا

کراچی (نمائندہ ورکر نامہ) ایوری ڈینیسن پیکسار کی CBA نے انتظامیہ کے سامنے اپنا چارٹر آف ڈیمانڈ پیش کر دیا جس میں ہاؤس رینٹ، شفٹ الاؤنس، کنسٹرکشن الاؤنس اور سالانہ 2 بونس سمیت مزید (بقیہ 2، صفحہ 9)

اٹلس ہنڈا ایمپلائی سن کوٹہ سے انکاری، CBA خاموش تماشائی

CBA ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے، 39 سال بعد بھی اجرت 13 ہزار ہے

کراچی (نمائندہ ورکرنامہ) اٹلس ہنڈا کے ایک ریٹائرڈ مزدور اقبال احمد کی ریٹائرمنٹ کے 3 سال بعد بھی اس کی جگہ اس کے بیٹے کو ملازمت نہیں دی جارہی۔ موجودہ CBA ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ جس افسر نے اپوائنٹمنٹ لیٹر پر دستخط کرنے ہیں وہ نہیں کررہا۔ اقبال احمد 1975ء میں اٹلس ہنڈا میں بھرتی ہوا۔ 39 سال محنت کرنے کے بعد اول (بقیہ 11، صفحہ 9)

لاہور: ینگ ڈاکٹرز ایک مرتبہ پھر سراپا احتجاج

اجرتوں میں اضافہ اور گریڈ 17 سے 18 میں اپ گریڈیشن کی جائے

لاہور (اعجاز ایوب) یکم اپریل 2016ء بروز بدھ ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن (YDA) پنجاب نے صوبے بھر میں اپنے مطالبات کے حق میں احتجاجی مظاہرے کئے۔ ینگ ڈاکٹرز نے لاہور، فیصل آباد، ملتان، بہاولپور، گوجرانوالہ سمیت پنجاب کے دیگر شہروں میں اہم شاہراہوں کو بلاک کیا اور دھرنا دیا۔ اس دوران تمام ہسپتالوں میں آؤٹ ڈور بند رہے۔ YDA پنجاب کے بنیادی (بقیہ 12، صفحہ 9)

ملتان: ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن ملتان کا احتجاجی دھرنا

نشتر ہسپتال، چلڈرن ہسپتال اور ڈینٹل ہسپتال کے ڈاکٹرز کی شرکت

ملتان (نمائندہ ورکرنامہ) 13 اپریل بروز بدھ کو نشتر روڈ پر ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن ملتان کی جانب سے سروس سٹرکچر اور تنخواہوں میں اضافے کے لیے پنجاب بھر میں ہونے والے احتجاج کی طرح ملتان میں بھی احتجاجی ریلی نکالی گئی اور دھرنا دیا گیا۔ جس میں نشتر ہسپتال کے علاوہ چلڈرن کمپلیکس اور ڈینٹل ہسپتال سے بھی بڑی تعداد میں ڈاکٹرز نے شرکت کی۔ دھرنے (بقیہ 13، صفحہ 9)

ملتان: ینگ ڈاکٹرز اپنے مطالبات کے حق میں احتجاج کرتے ہوئے۔

بینک الحبیب کی ناکارہ ATM مشین محنت کشوں کی کمائی لوٹنے لگی

کراچی (نمائندہ ورکرنامہ) آدم جی انجینئرنگ کے ملازمین ای سیلری اکاؤنٹ سے اپنی محنت کی اجرت وصول کرتے ہیں لیکن بینک الحبیب کا ناکارہ نظام ان کی خون پسینے کی کمائی غائب کررہا ہے۔ چھ واقعات میں 5 مزدوروں کے مجموعی طور پر 86 ہزار روپے (بقیہ 1، صفحہ 10)

BSO رہنما میر ظریف رند کے گھر پر قاتلانہ حملے کیخلاف کوئٹہ، بہاولپور، لاہور اور دیگر شہروں میں احتجاج

ظریف رند کے تربت میں واقع گھر پر راکٹوں سے حملہ کیا گیا جس میں ایک نوجوان شہید اور دو شدید زخمی ہوئے۔

بلوچستان میں سیاسی کارکنوں کو ہراساں کرنے کا عمل لمبے عرصہ سے جاری ہے، اس کے خلاف کاروائی کی جائے، مظاہرین

کوئٹہ، لاہور، بہاولپور (بلاول بلوچ، زین العابدین، فضیل اصغر) 8 اپریل بروز جمعہ کوئٹہ پریس کلب کے سامنے بی ایس او (پجار) کے مرکزی اور زونل قائدین، پشتون سٹوڈنٹس فیڈریشن کے راہنماؤں اور دیگر نے کوئٹہ پریس کلب کے سامنے BSO کے مرکزی رہنما میر ظریف رند کے تربت میں گھر پر مسلح افراد کے حملے پر احتجاج کیا اور صحبت پور میں غلام محمد بلوچ کے گھر پر غیر قانونی چھاپے کی شدید مذمت کی۔ احتجاج کرنے والے طالبعلم راہنماؤں نے حکام بالا سے مطالبہ کیا کہ سیاسی کارکنوں کو ڈرانے دھمکانے اور ان پر تشدد کے خلاف سخت اقدامات اٹھائے جائیں اور ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ اسی طرح پروگریسو یوتھ الائنس (PYA) لاہور کی جانب سے بھی 8 اپریل سہہ پہر لاہور پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا گیا جس میں لاہور کے مختلف تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے طلبہ اور نوجوانوں نے شرکت کی اور رجعتی قوتوں کے اس بزدلانہ اقدام کے خلاف شدید نعرے بازی کی۔ گذشتہ رات بی ایس او (پجار) کے مرکزی آرگنائزر اور پروگریسو یوتھ الائنس (بقیہ 2، صفحہ 10)

بہاولپور: مظاہرین ظریف رند کے گھر پر حملے کے خلاف احتجاج کررہے ہیں۔

آدم جی انجینئرنگ کا ایک فلور مکمل طور پر پرفارمنس بونس سے محروم

ملازمتوں کی مستقلی کی جدوجہد کی پاداش میں محنت کشوں کو پچھلے دو سال سے پرفرمنس بونس نہیں دیا گیا۔

کراچی (نمائندہ ورکرنامہ) آدم جی انجینئرنگ میں ایک لمبے عرصے سے تمام فلورز پر ورکرز کو ٹارگٹ پورا کرنے پر پرفارمنس بونس دیا جاتا ہے مگر ایک فلور جس پر قریباً 80 ورکرز کام کرتے ہیں جن میں سٹاف ورکرز، مستقل ورکرز اور بدلی ورکرز شامل ہیں ان کو پرفارمنس بونس نہیں دیا جا رہا۔ اس فلور پر CBA کے جنرل سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری بھی کام کرتے ہیں۔ ورکرز کا کہنا تھا کہ ان کے ساتھ یہ ناانصافی انتقاماً کی جارہی ہے کیوں کہ انہوں نے ہمیشہ محنت کشوں کے مفادات کے لیے آواز بلند کی ہے۔ تفصیلات کے مطابق بدلی ورکرز، جو اس ادارے میں عرصہ 3 سال سے کام کررہے ہیں، نے CBA کے پلیٹ فارم سے اپنی مستقل ملازمت کے لیے آواز بلند کی جس کے بعد انتقاماً 14-2013 اور 15-2014 کا پرفارمنس بونس نہیں دیا گیا اور انتظامیہ کی کوشش ہے کہ اس سال بھی ان محنت کشوں کو بونس نہ دیا جائے۔ CBA اس وقت ایسے تمام ورکرز کا ریکارڈ جمع کررہی ہے جس میں سب سے اہم ثبوت ان کی بینک سے ملنے (بقیہ 3، صفحہ 10)

یاماہا فیکٹری انتظامیہ 12، 13 سال سے کام کرنے والوں کو ان کے حقوق دینے سے گریزاں ہے، نورشاہ بخاری

اگر مطالبات پورے نہ کئے گئے تو کمپنی انتظامیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا جائے گا

حب (یامین لاسی) بلوچستان انجینئرنگ ورکس یاماہا گروپ یونٹ ڈی سی ایل کے ورکرز نورشاہ بخاری، محمد زبیر لاسی، غلام مصطفیٰ اور عبدالستار لاسی نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں اعلیٰ حکام ڈپٹی کمشنر لسبیلہ، اسسٹنٹ کمشنر حب، ڈی ایس پی سرکل حب، جوائنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر قلات و مکران ڈویژن سے پرزور اپیل کی ہے کہ یاماہا گروپ ڈی سی ایل کے مزدوروں کو کمپنی ورکرز تسلیم کرتے ہوئے ان کے جائز حقوق ادا کرنے کا حکم دیا تھا جبکہ کمپنی انتظامیہ عدالت کے حکم کی پرواہ کئے بغیر کمپنی کی مشینری کراچی شفٹ کرنے میں مصروف ہے جبکہ بارہ سے تیرہ سال کام کرنے والے مزدوروں کے جائز حقوق ادا کرنے سے گریزاں ہے جس کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور وزیراعلیٰ بلوچستان، ایم پی اے سردار محمد صالح بھوتانی اور ضلع لسبیلہ کی سیاسی و سماجی تنظیموں کے ذمہ داران سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ کمپنی انتظامیہ کو پابند کیا جائے کہ کمپنی انتظامیہ معزز عدالت کے حکم کے مطابق مزدوروں کو ان کے جائز حقوق فی الفور ادا کرے۔ بصورت دیگر کمپنی انتظامیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا جائے گا۔

صدیق سنز فیکٹری (حب) سے محنت کشوں کی بیدخلی، مزدور سراپا احتجاج

مظاہرین نے فیکٹری انتظامیہ کے خلاف سخت نعرے بازی کی۔

حب (اللہ ورایو) مورخہ 8 اپریل حب روڈ پر واقع ایک نجی دھاگہ بنانے والی صدیق سنز فیکٹری سے 10 سال سے کام کرنے والے سینئر ورکرز نے بلا جواز فیکٹری گیٹ بند اور پرانے ورکروں کو بے دخل کرنے کے خلاف لسبیلہ پریس کلب حب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے سے مختلف تنظیموں کے نمائندوں، سیاسی و سماجی کارکنوں، وکلا برادری نے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے مظاہرے میں شرکت کی۔ مظاہرین نے اپنے ہاتھوں میں پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے۔ مظاہرین نے فیکٹری انتظامیہ کے خلاف سخت نعرے بازی کی۔ اس موقع پر مظاہرین سے ایڈووکیٹ اقبال جاموٹ، کونسلر سرور مگسی، مزدور رہنما کامریڈ فقیر بلوچ، محمد علی بزنجو، معشوق علی رند، امان اللہ شیخ، رزاق گجر، ڈاکٹر یامین اور ارشاد مگسی و دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حب کی صنعتوں میں مقامی محنت کشوں سے زیادتیوں کا نہ رکنے والا سلسلہ جاری ہے۔ جس کی واضح مثال صدیق سنز فیکٹری ہے۔ جس نے 25 سالوں سے کام کرنے والے محنت کشوں کو قلم کی ایک (بقیہ 10، صفحہ 10)